يد الله على الجماعة ترمذی لا جماعة الا بامارة دارمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور

جماعت اہل حدیث کا خصوصی ترجمان

بانی: محدث العصر مفتی... حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ
بانیا: سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ
حافظ محمد جاوید روپڑی رحمہ اللہ

نگران اعلیٰ: صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی
مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی

جلد 59 | شمارہ 6 | جمعۃ المبارک 5 تا 11 دسمبر 2014ء | فون 042-37656730 | فیکس 042-37659847

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے سیدہ مریم بنت عمرانؑ کے بطن سے پیدا فرمایا اور بوقت ولادت ہی آپ کو قوت گویائی عطا فرمادی، گویا آپ کی پیدائش ایک معجزہ تھی چنانچہ آپ کے ایسے معجزات سے قوم عیسیٰ نے دھوکہ کھا کر سیدنا عیسیٰؑ کو ہی ابن اللہ بلکہ عین اللہ ہی قرار دے دیا تھا۔ اس لیے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ ذوالجلال کی وحدانیت کا درس دیتے ہوئے فرمایا: وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ. إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ . ''اور میں (عیسیٰ بن مریمؑ) تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں اور میری اطاعت کرو، بیشک اللہ میرا اور تمھارا رب ہے چنانچہ اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔''

(آل عمران: 51-50)

ایک اور مقام پر فرمایا: وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ''اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے بیشک جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (المائدہ: 72)

اسی طرح روز قیامت جب اللہ تعالیٰ سیدنا عیسیٰؑ کو ابن اللہ کہنے والے لوگوں کی موجودگی میں پوچھیں گے: يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ ''اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود بنالو'' تو سیدنا عیسیٰؑ شرک سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے فرمائیں گے: مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۔ ''میں نے انھیں کچھ نہیں کہا تھا سوائے اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے اور میں ان پر نگران تھا جب تک میں ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے۔'' (المائدہ: 117)

درس حدیث

حافظ عبدالوحید روپڑی (سرپرست جماعت اہلحدیث)

حصولِ امن کے سنہری اصول بزبانِ رسول مقبول

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ. قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو تو صحابہ کرامؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! وہ کونسی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا (جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے) سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، کافروں سے لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا، بھولی بھالی پاک دامن اور ایماندار عورتوں پر تہمت لگانا۔ (بخاری بشرح الکرمانی کتاب الوصایا باب قولہ تعالی ان الذین یاکلون اموال الیتمی ج12 ص61 رقم الحدیث:2766)

رسول اللہ ﷺ نے معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے اور انسانیت کی عزت وتکریم قائم رکھنے کے لیے ان مذکورہ سات چیزوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ حقیقت میں انہی سات چیزوں کا ارتکاب معاشرے کو پرفتن اور انسانیت کے عدم احترام اور اسے جرائم کی دنیا اور ہلاکت کی تاریکیوں میں دھکیل دیتا ہے کیونکہ شرک کرنے سے معاشرہ رحمت باری تعالی سے دور اور برکات سے محروم ہوتا چلا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ "اگر بستیوں والے ایمان لے آئیں اور ڈر جائیں تو ہم ان کے اوپر آسمان اور زمین کی برکات کھول دیں گے اور اگر وہ ہمارے احکام کو جھٹلائیں تو ہم ان کے اعمال کی بدولت انھیں پکڑ لیں گے (عذاب میں مبتلا کریں گے)۔" (الاعراف:96)

تمام انبیاء نے اسی لیے اپنی قوموں کو سب سے پہلے دعوت توحید دی کیونکہ یہی انسانیت کی عزت وتکریم کا راز ہے کہ انسان اپنی پیشانی اور اپنی تمام تر ضروریات کو اپنے مالک حقیقی کے سامنے ہی ظاہر کرے جو دیتے وقت شرماتا اور اکتاتا بھی نہیں بلکہ اپنے سامنے عاجزی وانکساری کرنے اور حاجات طلب کرنے والوں سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اور مانگنے سے اعراض کرنے والوں کو متکبر گردان کر ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ اسی لیے شریعت مطہرہ میں انسان کو حالت نماز میں بھی بار بار ایاك نعبد وایاك نستعین کہنے کا حکم دیا ہے۔ جو معاشرہ توحید پر قائم ہوگا اس معاشرے پر اللہ کی رحمتوں کے سائے کی بدولت پریشانیاں دور ہوتی چلی جائیں گی اور اس معاشرے میں توحید باری تعالی اتحاد کا ایسا مرکزی نکتہ ہوگا جس سے الگ ہونا لوگ ناممکن خیال کریں گے

(بقیہ: ص24)

جماعت اہل حدیث کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ تنظیم اہلِ حدیث لاہور

مدیر انتظامی
حافظ عبدالوہاب روپڑی
فاضل اُم القریٰ مکہ مکرمہ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی
مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید
مدیر انتظامی: حافظ عبدالوہاب روپڑی
معاون مدیر: حافظ عبدالجبار مدنی
معاون مدیر: مولانا شاہد محمود جانباز
مینیجر: حافظ عبدالظاہر جاذب 0320-4001911
Abdulzahir143@yahoo.com
کمپوزنگ: وقار عظیم بھٹی 0300-4184081

فہرست

درس حدیث	1
اداریہ	2
الاستفتاء	4
تفسیر سورۃ الاعراف	6
حافظ عبدالقادر روپڑی کا انٹرویو	8
حافظ عبدالقادر روپڑی کی شخصیت	19

زرتعاون

فی پرچہ...... 10 روپے
سالانہ..... 500 روپے
بیرون ممالک 200 ریال (امریکی 50 ڈالر)

مقام اشاعت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمن گلی نمبر 5
چوک دالگراں لاہور 54000

اداریہ

پروفیسر میاں عبدالمجید

سیاحتی شادی۔ متعہ کی ایک نئی قسم

اسلام میں بالغ مرد اور بالغ عورت کو نکاح کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ فریقین کی عصمت و عفت، پاکبازی، نسل انسانی کی افزائش و خاندانی نظام، باہمی پیار و محبت، ذمہ داریوں کی تقسیم اور مرد و عورت کے لیے ایک ذمہ دارانہ طرز عمل کا ذریعہ ہے۔ مرد چونکہ اپنی تخلیق کے اعتبار سے جسمانی اور عقلی طور پر عورت پر برتری رکھتا ہے اور شادی کے بعد گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ اس پر ہوتا ہے اس لیے عمل نکاح میں اس کو خود مختاری حاصل ہے۔ لڑکی چونکہ اتنی عقل نہیں رکھتی اور نہ ہی مرد کی طرح اسے یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے ہونے والے خاوند اس کے خاندان کے بارے میں مکمل چھان بین کر سکے اس لیے یہ ذمہ داری اسلام نے اس کے باپ، دادا، چچا، بھائی غرضیکہ جو بھی اقرب مرد زندہ ہو اور اس لڑکی کی خیر خواہی کرنے والا ہو اس پر ڈال دی ہے۔ اب ایک بالغ لڑکی کے لیے اس کی اپنی رضامندی کے ساتھ ولی کی رضامندی بھی لازمی شرط عائد کردی ہے۔ قرآن مجید نے مرد کو قوام قرار دینے کا سب سے بڑا سبب مالی بوجھ اٹھانے کو قرار دیا ہے۔ نکاح کی شرائط میں اس کا اعلانیہ منعقد کرنا، گواہان، حق المہر مرد کی طرف سے قبولیت اور عورت اور اس کے ولی کی رضامندی لازمی ہیں اور پھر جب ایک مرد اور ایک عورت ایک بندھن میں بندھ جاتے ہیں تو دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق اور فرائض لاگو ہو جاتے ہیں یہ جوڑا اب ایک خاندان کا دوسرے خاندان کے ساتھ رشتہ و تعلق کا ذریعہ بن چکا ہے۔ لڑکی پر لڑکے کے والدین، عزیز و اقارب کے احترام کے فرائض اسی طرح لڑکے پر لڑکی کے والدین اور عزیز و اقارب کے احترام کے فرائض عائد ہوتے ہیں یوں یہ محبت اور پیار کا رشتہ دو افراد سے دو خاندانوں تک جا پہنچتا ہے۔

خاوند معاشی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے گھر سے باہر کاروبار، ملازمت یا کوئی بھی حلال ذریعہ معاش اختیار کرتا ہے جبکہ بیوی گھر میں اس کی عزت و حرمت کی حفاظت اس کے مال کی محافظ اور اولاد کی پرورش و تربیت کی ذمہ داری اٹھاتی ہے۔ دونوں مل کر اپنی گھرداری کی ذمہ داریوں، دونوں خاندانوں کی غمی، خوشی اولاد کی تعلیم و تربیت اور ان کی مالی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ یوں اسلام کی تعلیم کے مطابق دونوں مثالی ازدواجی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے بیوی کی علالت یا اولاد نہ ہونے یا کوئی بھی سبب ہو تو مرد کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے لیکن اس میں تمام بیویوں کے رہن سہن، اخراجات، وقت کی تقسیم غرضیکہ ہر لحاظ سے عدل کرنا ہوگا۔ اگر مرد کسی بھی وجہ سے عورت سے متنفر ہو جاتا ہے خواہ اس کے کردار کی وجہ

سے یا نافرمانی کی وجہ سے تو اسے طلاق کا حق حاصل ہے لیکن یہ حق انتہائی ناگزیر وجہ پر ہی استعمال کیا جاسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ مبغوض طلاق ہے۔ اسی طرح عورت بھی خاوند کے مردانہ صفات نہ ہونے ظلم وستم یا کسی بھی انتہائی مجبوری کی وجہ سے بذریعہ عدالت خلع لے سکتی ہے لیکن عورت کو بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر بلا ضرورت اس حق کا استعمال کیا تو جنت تو در کنار اس کی خوشبو سے بھی محروم رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے شادی کو مرد اور عورت کے لیے جنسی تسکین کا ذریعہ ضرور بنایا ہے لیکن اسلام کے قانون نکاح وطلاق یا خلع کسی کو جنسی آزادی کا سرٹیفکیٹ نہیں دیتا۔ یعنی ایک مرد ایک یا ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرلے سال دو سال کے بعد جس سے دل بھر گیا اس کو طلاق دے دی اور نئی شادی کرلی یا کوئی عورت کسی مرد سے شادی کرلے کچھ عرصے بعد اس سے خلع لے کر کسی اور پھر کسی اور سے شادی کرلے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شادی کرنے والے مرد اور عورت کو ذواقین اور ذواقات یعنی جگہ جگہ کا ذائقہ چکھنے والے مرد اور ذائقہ چکھنے والی عورت کہا ہے اور ان دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ظاہر ہے جس پر رسول رحمت ﷺ لعنت فرمادیں اس پر تو اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرمائے گا اور ایسے لوگوں کی دنیا بھی تباہ وبرباد ہوگی اور آخرت بھی تباہ وبرباد ہوگی۔ چند مجبوری استثنایات کے علاوہ نکاح مرد اور عورت کا زندگی بھر کا بندھن ہوتا ہے جسے اللہ کے کلمہ کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔ جبکہ ٹریولرز میرج یعنی سیاحتی شادی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ یہ عارضی جنسی تسکین کا ذریعہ ہے۔

انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ کرکے میرے ایک دوست نے مجھے جو کاغذات بھیجے ہیں ان کے مطابق سیاحتی شادی یہ ہے کہ ایک عورت کسی مرد سے شادی کرتی اور اپنے تمام حقوق سے دستبردار ہوتی ہے یعنی حق المہر نہیں لے گی۔ اپنے والدین کے گھر یا جہاں پہلے سے مقیم ہے۔ وہیں قیام پذیر رہے گی۔ نان ونفقہ کا مطالبہ نہیں کرے گی۔ مرد کا جب دل چاہے یا فریقین جیسے آپس میں طے کریں مرد آکر اپنی جنسی تسکین پوری کرے بس ابتداء میں مرد عورت کو طے شدہ رقم ادا کرے گا اور پھر تمام فکروں سے آزاد، یہ شادی ایسے بھی ہوسکتی ہے کہ مرد نے اندرون ملک یا بیرون ملک سفر پر جانا ہے تو یہ شادی کرکے عورت کو ہمراہ لے جائے۔

طالب علم نے یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنی ہے یا کسی شخص نے کاروبار کے سلسلہ میں یا ویسے کسی شہر میں قیام کرنا ہے تو ایسی شادی کرلے۔ واپسی پر طلاق دے دے یا آئندہ بھی واپسی کی امید پر شادی برقرار رکھے یعنی ایک بار رقم خرچ کرکے اب اس کو جب تک چاہے اپنی جنسی خواہش کے لیے منکوحہ کے طور پر روکے رکھے۔ اس قسم کی شادی کی غرض وغایت ایک وقت مقررہ تک کے لیے ایک عورت کو اپنے لیے جنسی کھلونا بنانا ہے۔

نیٹ پر یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اس قسم کی شادی کرنے والی عورتیں اپنے آپ کو حاملہ ہونے سے بچانے کی تدابیر کرتی ہیں یعنی اس شادی کے ذریعے بننے والی بیوی اور خاوند اس رشتے کو اپنی ذات تک محدود رکھتے ہیں خاوند کی بیوی تو ہے لیکن نہ ساس ہے نہ سسر نہ سالے نہ سالیاں۔ اسی طرح عورت کا خاوند تو ہے لیکن اس کے خاندان کے کسی فرد سے نہ صرف کوئی رشتہ نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کے خاندان سے واقفیت بھی نہیں ہوتی۔ ظلم کی انتہاء یہ ہے کہ اس قسم کی غیر اسلامی، غیر شرعی، غیر قانونی شادی کے جواز کے لیے سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن بازؒ اور مصر کے شیخ محمد سید طنطاوی کے نام استعمال کیے گئے ہیں کہ انھوں نے فتویٰ دیا ہے۔ اولاً قرآن وحدیث میں نکاح کی شروط تفصیل سے موجود ہیں جن کی رو سے ایسی عارضی شادی اور جس کا مقصد بھی رقم کے بدلے محض تلذذ ہو قطعاً جائز نہیں۔ ثانیاً اگر کوئی شخص کسی مفتی کو یہ سوال لکھ کر بھیج دے کہ عورت اپنے خاوند کو حق المہر، نان ونفقہ یا تمام مالی حقوق اپنی رضامندی سے معاف کردے تو ظاہر ہے مفتی نے تو یہی فتویٰ دینا ہے کہ اگر عورت اپنی آزاد مرضی سے اپنے حقوق معاف کردیتی ہے تو یہ جائز ہے۔ اب اگر اس فتویٰ کو آڑ بنا کر کوئی عارضی شادی کو جائز قرار دے تو مفتی کا کیا قصور؟ ثالثاً علماء سے رابطہ کرنے کے باوجود شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کا کوئی فتویٰ اس موضوع پر نہیں مل سکا۔

اس فتویٰ کی حیثیت تو ایسی ہے جیسے کسی جانگلی کی بیوی فوت ہوگئی اس کے پہلے خاوند سے لڑکی جوان تھی وہ مولوی صاحب کے پاس گیا کہ اگر گھوڑی مرجائے اور اس کی بچھیری سواری کے قابل ہو تو کیا اس پر سواری جائز ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا کوئی حرج نہیں جائز ہے۔ اس نے اپنی بیوی کی اس بیٹی سے شادی کرلی کہ مولوی صاحب نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ نکاح کی تفاصیل واضح ہیں اگر کوئی مرد کسی عورت سے وقت معینہ کے لیے شادی کرتا ہے یا وہ عورت کو کچھ رقم دے کر بغیر وقت کے تعین کے شادی کرلے کہ جب تک میں اس شہر میں قیام پذیر ہوں یا جب تک یہاں ملازمت کرتا ہوں، تعلیم حاصل کرتا ہوں اس وقت تک تیرے گھر میں محض جنسی تسکین کے لیے آیا کروں گا۔ ایسی شادی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں بلکہ یہ متعہ کی ایک صورت ہے اور جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے ذریعے متعہ کو حرام قرار دیا ہے اب قیامت تک یہ حرام ہے اور اس قسم کی شادی صریحاً زنا کے حکم میں آئے گی۔ نیٹ پر یہ بھی لکھا گیا ہے کہ امیر لوگ غیر ممالک میں اس قسم کی شادی یعنی عیاشی کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ (بقیہ:18)

الاستفتاء

حافظ عبدالوہاب روپڑی

انشورنش پالیسی اور مکان گروی رکھنے کا شرعی حکم

سوال (1): میں نے اسٹیٹ لائف انشورنس پالیسی کرائی ہے اور کئی لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے صحیح کیا اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے غیر شرعی کام کیا ہے شریعت مطہرہ کی روشنی میں بتلائیں کیا میرا یہ فعل درست ہے یا نہیں

سوال (2): کیا مکان گروی دینا جائز ہے یا ناجائز؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمادیں۔

سائل: عبدالرؤف نواز شریف ہسپتال یکی گیٹ لاہور

الجواب بعون الوہاب: زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر ایک نعمت ہے اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اس کو اپنے مالک حقیقی کی رضا میں بسر کرے اور اس کی مخالفت میں اس کو ضائع نہ کرے، انسان مختلف طریقوں سے اپنی زندگی میں سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر یہ خلاف شریعت ہوں تو پھر اسے سکون میسر نہیں ہوتا بلکہ اس کی اپنی ہی زندگی اجیرن اور پریشانیوں کا محور بن جاتی ہے ان ناجائز اور حرام طریقوں میں سے ایک انشورنس یعنی بیمہ پالیسی بھی ہے جس کا ناجائز اور حرام ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اس میں حرمت کے دو پہلو "جوا اور سود" پائے جاتے ہیں یہ دونوں بالاتفاق حرام ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ مستفتی کو ان کی تعریفات کا علم ہو تاکہ فی نفسہ مسئلہ کو سمجھنا آسان ہوجائے۔ جوا، فریقین آپس میں معاملہ کریں تو ان میں سے ایک کا نقصان اور ایک کا نفع ہو لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ نفع کس کا ہے اور نقصان کس کا ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کی بیوع "ملامسہ اور منابذہ" کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ دونوں ہی جوا کی اقسام سے ہیں۔

بیع ملامسہ

مختلف قیمت کی اشیاء ایک جگہ پڑی ہوں اور مشتری بائع سے کہے کہ اندھیرے میں یا آنکھیں بند کرکے جس چیز کو میرا ہاتھ لگ گیا وہ اتنی قیمت میں میری ہے۔

بیع منابذہ

یعنی مختلف اشیاء پڑی ہوں تو مشتری کہے کہ میں کنکری پھینکوں گا جس پر کنکری گر پڑے وہ اتنی رقم میں میری ہے۔ اس کو بیع الحصاۃ یعنی کنکری کی بیع بھی کہتے ہیں۔

اس قسم کی تمام بیوع جوے سے متعلق ہیں اور یہ تمام حرام ہیں، لاٹری اور سٹہ وغیرہ بھی اسی قسم سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے، مَنِ اشْتَرٰی طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَكْتَالَهُ انسان غلہ خریدنے کے بعد جب تک اس کا پیمانہ نہ کرے تو اسے فروخت نہ کرے۔ (مسلم کتاب البیوع باب بطلان البیع المبیع قبل القبض ج 5 جزء 10 ص 140 رقم الحدیث: 1528) دوسری روایت میں قبضہ کے الفاظ ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ کی دو صورتیں ہیں ایک پیمانہ اور اس کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنا تاکہ اس چیز پر ملک تامہ ہوجائے۔

ملک تامہ کے بعد اس چیز کا فروخت کرنا حقیقی ہوگا اور اس پر جو نفع ہوگا وہ غلہ اسی فروخت شدہ چیز پر ہوگا اگر ملک تامہ نہ ہو تو اس چیز کی فروخت حقیقی نہیں ہوگی اور جو منافع ہوگا وہ اس رقم پر ہوگا جو چیز خریدتے وقت ادا کی گئی تھی اور فروخت شدہ چیز پر نہیں ہوگا، یہ بھی سود ہے۔ اصل رقم

سے زائد وصول کرنا سود کہلاتا ہے، اسی طرح قرض دے کر تحائف وغیرہ وصول کرنا یہ بھی سود ہے، اس بناء پر انشورنش کا لین دین بھی سود ہوگا، اس کو تجارت نہیں کہہ سکتے کیونکہ تجارت میں کبھی نفع کبھی نقصان اور بعض اوقات اصل رقم بھی ضائع ہوجاتی ہے جبکہ سود میں نفع یقینی ہوتا ہے، اسی طرح تجارت میں نفع کا تعین نہیں ہوتا، سود میں نفع کا تعین ہوتا ہے۔

صورت مسئولہ میں انشورنش دو طرح سے حرام ہوئی:

(1) یہ جوا ہے اس میں ایک کا فائدہ اور دوسرے کا نقصان یقینی ہوتا ہے، لیکن کوئی علم نہیں ہوتا کہ نقصان کس کا ہے۔

(2) سود کی شکل موجود ہونے سے بھی حرام ہے کیونکہ سود میں نفع کا تعین اور اس کا حصول یقینی ہوتا ہے اس طرح انشورنش میں بھی نفع کا تعین اور حصول یقینی ہوتا ہے، انشورنش کمپنی نے بھی کسی بنک یا کمپنی سے انشورنش کروائی ہوتی ہے کیونکہ اس کے بغیر ان کو کام کی اجازت ہی نہیں ملتی، انشورنش "بیمہ" زندگی کا ہو یا بلڈنگ کا کسی گاڑی کا ہو کاروبار کا، وہ حرام ہے، شریعت اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی۔

جواب نمبر (2) حدیث میں ہے: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تُوُفِّيَ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ عَلَى ثَلَاثِينَ وَسْقًا مِنْ شَعِيرٍ رَهَنَهَا قُوتًا لِأَهْلِهِ جب رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس "30" وسق جو کے بدلے گروی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل وعیال کی خوراک کے لیے حاصل کیے تھے۔" (بخاری بشرح الکرمانی کتاب الجهاد والسیر باب ماقیل فی درع النبی والقمیص فی الحرب ج9 ص163 رقم الحدیث: 2069)

اس سے ثابت ہوا کہ چیز کو رہن رکھنا جائز ہے اور قرآن مجید میں ہے: فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ مرہون چیز پر مرتہن کا قبضہ ضروری ہے کیونکہ بغیر قبضہ کے رہن مکمل نہیں ہوتا اور رہن کے لیے تین اشیاء کا ہونا ضروری ہوا۔ (1) مرہون کا تعین ہو (2) مرتہن کا قبضہ ہو (3) وقت کا تعین ہو۔

(1) تا کہ قرضہ کی ادائیگی فتنہ اور فساد کی شکل اختیار نہ کر سکے اور وقت کے گزرنے کے بعد مرتہن مرہون چیز کو فروخت کر کے اپنا قرضہ واپس لے اور بقیہ مال اصل مالک کو واپس کر سکے (2) مرہون چیز مرتہن کے پاس قرض کے عوض بطور ضمانت ہوتی ہے اس لیے مرتہن اس سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ حدیث میں ہے: كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ حَرَامٌ "ہر وہ قرض جو منفعت کا باعث بنے وہ حرام ہے۔" (ارواء الغلیل ج5 ص335)

امام بیہقیؒ نے حضرت فضالہ کا قول نقل کیا ہے: كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ وَجْهٌ مِنْ وُجُوهِ الرِّبَا "وہ قرض جو منفعت کا باعث بنے وہ سود کی اقسام سے ایک قسم ہے" اس لیے مرتہن مرہون چیز سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ (بیہقی ج5 ص350)

صورت مسئولہ میں مکان کو گروی رکھنا جائز ہے لیکن اس مکان سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ اگر گروی لینے والا رہن شدہ مال سے فائدہ حاصل کرنا چاہے تو اسے مالک مکان کو مروجہ کرایہ ادا کرنا پڑے گا اگر وہ مروجہ کرایہ ادا نہیں کرتا تو گروی رکھے ہوئے مکان سے اس کا فائدہ اٹھانا سود ہوگا کیونکہ یہ فائدہ قرض کے عوض ہوگا اور آپ ﷺ نے فرمایا: جو قرض فائدے کا باعث بنے تو اس سے حاصل ہونے والا فائدہ حرام ہوگا، لہذا مکان گروی رکھنا جائز اور اس سے فائدہ حاصل کرنا شرعاً حرام ہے۔

ضرورت رشتہ

ایک سلفی نوجوان جس کی عمر 41 سال اور ان کا اپنا ذاتی کاروبار ہے، دوسری شادی کے لیے قاریہ، حافظہ، معلمہ کا رشتہ درکار ہے۔ پہلی بیوی موجود ہے، موصوف کی آمدن 75000 روپے ہے۔ دوسری بیوی کے نام پلاٹ، گھر اور رقم بھی لگوانے کو تیار ہے لیکن حافظہ وعالمہ، اہلحدیث اور باپردہ ہونا ضروری ہے۔

(منجانب: مرزا آفتاب اقبال ڈاکخانہ خورد تحصیل وضلع جہلم
(0344-5739337

تفسیر سورۃ الاعراف

حافظ عبدالوہاب روپڑی (فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ)

(قسط نمبر 35)

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ (80) إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ (81) وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ (82) فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ (83) وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ (84) اور لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ تم بے حیائی کے ایسا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے بھی نہیں کیا تھا (80) اور تم شہوت رانی کی خاطر عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کو آتے ہو بلکہ تم لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہو (81) اس کی قوم کو اس کے سوا کوئی جواب نہ آیا اور انھوں نے یہ کہہ دیا کہ انھیں اپنی بستی سے نکال دو، یقیناً یہ تو بڑے پاک صاف بنتے ہیں (82) چنانچہ ہم نے سیدنا لوط علیہ السلام اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوائے اس کی بیوی کے کہ تھی وہ باقی ماندہ میں سے (83) اور اس قوم پر (پتھروں کی) بارش برسائی پس دیکھ لیجیے کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟ (84)

مشکل الفاظ کے معانی

قَرْيَةٌ	بستی
الْغَابِرِينَ	پیچھے رہنے والوں میں سے
وَأَمْطَرْنَا	ہم نے پتھر برسائے

ماقبل سے مناسبت

سابقہ آیات کریمہ میں تین جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کا بیان تھا کہ جن کی قوموں پر نافرمانی کی وجہ سے عذاب الٰہی آیا۔ ان آیات مبارکہ میں سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کے برے افعال کا ذکر کرنے کے بعد ان کا عذاب سے دوچار ہونا مذکور ہے تاکہ یہ چیزیں دوسرے لوگوں کے لیے نصیحت اور عبرت کا کام دیں۔

التوضیح

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ۔ سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے تھے ان کے والد کا نام ہاران بن آزر تھا۔ ان کا آبائی علاقہ عراق کے جنوب میں واقع بابل نامی شہر تھا۔ انھوں نے اپنے والد کی وفات کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی اور ان کے ساتھ ہی ملک شام میں جا کر آباد ہو گئے۔ لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اردن اور بیت المقدس کے درمیان مقام سدوم کے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اور یہ علاقہ پانچ مختلف شہروں پر مشتمل تھا جن کے نام یہ ہیں: (1) سدوم (2) عمورہ (3) اُدمہ (4) صبوییم (5) بالع۔

ان کے مجموعہ کو موتفکت کہا جاتا ہے۔ سدوم کو ان شہروں کے مرکز اور دارالخلافہ کی حیثیت حاصل تھی۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے یہیں قیام فرمایا، وہ علاقہ سرسبز و شاداب اور ہر طرح کے پھلوں کے غلوں سے مالا مال تھا۔ قوم لوط بے حیائی اور برائی میں پہلی قوموں سے بھی آگے نکل چکی تھی، وہ ایسے حرام کاموں کا ارتکاب کرتے جنھیں فطرت سلیم کے علاوہ جانور بھی نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ سیدنا لوط علیہ السلام کو ان کی رہنمائی کے لیے مبعوث کیا گیا تو انھوں نے اپنی قوم کو فرمایا کہ تم ایسے کام کرتے

ہو (مردوں کا مردوں کو آنا) جن کاموں کا خیال تک سابقہ اقوام کے دلوں میں پیدا نہیں ہوا تھا۔

إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ. اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قبیح فعل کو اس مقام پر وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوت پوری کرتے ہو، یہ بات کہہ کر واضح کر دیا کہ انسان کی طبعی اور فطری تسکین کے لیے ایک حلال اور جائز طریقہ عورتوں سے نکاح کرنا ہے۔ اس کو چھوڑ کر غیر فطری طریقہ اختیار کرنا نفس کی خباثت اور ذہنی آلودگی ہے۔ اسی لیے صحابہ کرامؓ، تابعین اور ائمہ مجتہدین نے اس جرم کو عام بدکاری سے زیادہ سنگین جرم قرار دیا ہے۔

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ "فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔" (جامع ترمذی کتاب الاحکام باب ماجاء فی حد اللوطی ج 5 جزء 5 ص 116 رقم الحدیث: 1456 ابوداؤد کتاب الحدود باب فی من عمل عمل قوم لوط ص 502 رقم الحدیث: 4462) قوم لوط نے عقل اور فطرت سلیم کی تمام حدود کو پامال کرتے ہوئے ایسے امور کا ارتکاب کیا جو انسانی زندگی کے لیے بھی خطرے کا باعث تھے۔ ان امور کے مضر نقصانات کی موجودہ سائنس بھی تصدیق کر چکی ہے جب کوئی قوم حدود سے تجاوز کرتی ہے تو پھر وہ اپنے برے افعال پر کبھی نادم نہیں ہوتی اور نہ ہی خطرناک انجام کو اہمیت دیتی ہے ایسی قوم کو ہی حد سے بڑھی ہوئی قوم کہا جاتا ہے۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ. سیدنا لوط علیہ السلام نے ان کو برائی سے باز رہنے کی تلقین اور کوشش کی لیکن ان کی نصیحتیں کسی کام نہ آئیں، الٹا قوم اپنی اصلاح کرنے کی بجائے ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہتے ہوئے سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین کو وہاں سے نکالنے پر آ گئی اور بطور استہزاء ان کو پاکیزہ قوم قرار دینے لگی۔ گویا کہ انھوں نے اپنی برائیوں پر نادم ہونے کی بجائے ان پر فخر کرنا شروع کر دیا۔ برائی پر فخر کرنا انتہائی پستی کی علامت اور اس کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ. جب قوم لوط بڑی بے باکی سے حدود اللہ کو پامال کرتی چلی گئی تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا جس سے سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھی محفوظ رہے۔ سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اس عذاب کی لپیٹ میں آ گئی کیونکہ وہ ان پر ایمان نہیں لائی تھی بلکہ قوم کو ان کی مخالفت پر اکساتی تھی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا لوط علیہ السلام کو یہاں سے نکلنے کا حکم ہوا تو آپ اپنی بیوی کو اپنے پروگرام کی خبر دیے بغیر اپنے متبعین کو یہاں سے لے کر چل پڑے تھے۔

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ جب کسی قوم کا دستور ہی حدود اللہ کی مخالفت بن جائے تو پھر اس پر عذاب الٰہی مسلط کر دیا جاتا ہے۔ حدود اللہ سے تجاوز کی بنا پر اس قوم پر بھی پتھروں کی بارش کی صورت میں عذاب نازل ہوا جس سے زمین کے اوپر والے حصے کو نیچے اور نیچے والے کو اوپر پلٹا دیا گیا اور یہ عذاب ان کی بے حیائی کے سبب ان پر نازل ہوا۔ یہ زمین کا ٹکڑا آج بھی بیت المقدس اور نہر اردن کے درمیان موجود ہے جسے بحر لوط یا بحر میت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کی زمین سطح سمندر سے بہت گہرائی میں ہے اور اس کے ایک خاص حصہ پر دریا کی صورت میں ایک عجیب قسم کا پانی موجود ہے جس میں کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا اسی لیے اس کو بحر میت کہتے ہیں اور اسی کا نام سدوم ہے۔

اخذ شدہ مسائل

(1) لواطت جرم کے اعتبار سے بہت قبیح اور صحت کے لحاظ سے بہت مضر ہے (2) لواطت جیسے قبیح فعل کا ارتکاب قوم لوط سے پہلے کسی قوم یا انسان نے نہیں کیا (3) افعال، اقوال اور تمام معاملات میں راہ اعتدال کو ترک کرنا ہی ہر فتنہ و فساد کا سبب اور اسے ہی اسراف کہا جاتا ہے (4) جرائم اور کفر کا ارتکاب رشتہ داریوں کے ٹوٹنے کا سبب بنتا ہے (5) لواطت کی شریعت نے سخت سزا رکھی ہے حتیٰ کہ وہ سزا قتل تک جا پہنچتی ہے۔

سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کا ''صراط مستقیم'' کے لیے تاریخی انٹرویو

انٹرویو: محمد عامر نجیب

حافظ عبدالقادر روپڑی مدظلہ جماعت کی وہ معروف شخصیت ہیں جن کے سینے میں جماعت کی ساٹھ ستر سالہ تاریخ محفوظ ہے۔ خود حافظ صاحب کی زندگی تاریخ کی معمار رہی ہے۔ صراط مستقیم کو حافظ صاحب کے کچھ حالات زندگی پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اکثر جماعتی احباب جانتے ہیں کہ گذشتہ اڑھائی سالوں سے حافظ صاحب بیمار ہیں جس کی بناء پر چلنا بھی دشوار ہے۔ ہماری قارئین سے گزارش ہے کہ حافظ صاحب کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔ انٹرویو کی ریکارڈنگ کے دوران صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی صاحب بھی تعاون کے لیے موجود تھے۔ (نوٹ: یہ انٹرویو 1994ء میں لیا گیا تھا)

سوال: آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: ضلع امرتسر تحصیل اجنالہ کے ایک چھوٹے سے دیہی گاؤں کیر پور میں پیدا ہوا۔

سوال: یہ کب کی بات ہے؟

جواب: جب میں پیدا ہوا۔

سوال: نہیں میرا مطلب ہے کون سے سن کی بات ہے؟

جواب: یہ 1920ء کے آخر کی بات ہے۔

سوال: کچھ خاندانی پس منظر کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: ہمارے خاندان میں مسلک اہلحدیث کا آغاز دادا سے ہوا، ان کا نام روشن دین تھا وہ بھی ایک عالم دین تھے۔ علاوہ ازیں اس وقت ہمارے خاندان میں ستر (70) قرآن کے حافظ تھے۔ میرے والد بھی اچھا خاصہ دین کا علم رکھتے تھے جبکہ میرے چچا حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ، حافظ محمد حسینؒ اور حافظ عبدالرحمن کا شمار تو اپنے دور کے بڑے علماء میں ہوتا تھا۔

سوال: تعلیم کہاں حاصل کی اور کن کن اساتذہ سے حاصل کی؟

جواب: میں نے اپنی ساری دینی تعلیم جامعہ اہلحدیث روپڑ میں حاصل کی۔ میں زیادہ تر حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کی تربیت میں رہا، ان کے علاوہ حافظ محمد حسینؒ نے بھی مجھے تعلیم دی اور مولانا قادر بخشؒ صاحب سے بھی میں نے صرف ونحو کی کچھ کتابیں پڑھیں۔

سوال: درس نظامی کتنے سال میں مکمل کر لیا اور اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

جواب: میں نے درس نظامی سات سال میں مکمل کر لیا اور جس وقت مکمل کیا اس وقت میری عمر سولہ سال تھی۔

سوال: حافظ صاحب اس وقت کے کوئی ایسے مضامین ہیں جو اب درس نظامی میں نہیں پڑھائے جاتے؟

جواب: مضامین تو کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں البتہ کتابیں بدل گئی ہیں۔

سوال: قرآن مجید کب حفظ کیا؟

جواب: میں نے دو سال کی مدت میں قرآن حفظ کیا تھا اس وقت میری عمر دس گیارہ سال تھی۔ حافظ اسماعیل روپڑیؒ جو میرے سگے بھائی تھے اور مجھ سے بڑے تھے انھوں نے مجھ سے ایک سال پہلے قرآن حفظ کر لیا تھا۔ تیسرے بھائی حافظ محمود احمد صاحب اور چوتھے حافظ محمد صاحب وہ بھی مجھ سے پہلے حفظ کر چکے تھے۔

سوال: آپ کی پیدائش اجنالہ کی ہے تو روپڑ کس طرح پہنچ گئے؟

جواب: اصل میں حافظ عبداللہ روپڑیؒ نے مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے ہاں تعلیم حاصل کی جن دنوں حافظ صاحب فارغ ہونے کو تھے۔ انہی دنوں روپڑ کے ایک شخص فضل الٰہی مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے روپڑ میں مسجد تعمیر کی ہے ہم چاہتے ہیں کہ وہاں مدرسے کا سلسلہ بھی شروع کیا جائے جہاں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جایا کرے لیکن ہمارے پاس کوئی ایسا عالم نہیں جو مدرسہ چلا سکے چنانچہ مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے کہنے پر حافظ عبداللہ روپڑیؒ روپڑ چلے گئے، حالانکہ ہمارے

دادا راضی نہیں تھے ان کا کہنا تھا کہ میں نے تعلیم ہی اس لیے دلائی ہے تاکہ عبداللہ اپنے گاؤں کے قریب مدرسہ کھولے اور توحید وسنت کی روشنی پھیلائے لیکن جب خلیفہ فضل الٰہی اور حافظ عبداللہ بہاولپوریؒ کے والد مولانا نور محمدؒ روپڑ کا ایک وفد لے کر دادا مرحوم کو راضی کرنے آئے اور مولانا عبدالجبار غزنویؒ نے بھی زور دیا تو پھر دادا مرحوم نے کہا کہ میں عبداللہ کے استاد کے حکم کو ترجیح دیتا ہوں اور حافظ عبداللہؒ کے روپڑ بھیجے پر راضی ہو گئے، یہ ہماری پیدائش سے پہلے کی بات ہے اس طرح روپڑ جا کر حافظ عبداللہؒ نے مدرسہ قائم کیا اور مسلک کی اتنی تبلیغ کی کہ روپڑ میں جہاں اہلحدیث کی صرف ایک مسجد تھی قیام پاکستان سے قبل وہاں کل بائیس مساجد تھیں جن میں سے اکیس مسجدیں اہلحدیثوں کی تھیں۔

سوال: حافظ صاحب برصغیر میں انگریز اہلحدیثوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے؟

جواب: انگریز اہلحدیثوں کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھا کرتے تھے۔ ہم سے پہلے کی بات ہے تاریخ کا حصہ ہے کہ انگریزوں نے بنگال کے دو لاکھ اہلحدیث علماء کو پھانسی دی۔ اصل میں اہلحدیثوں کی دوسروں پر بڑی دینی اور علمی دھاک تھی، ہر میدان میں ان کا مقابلہ اہلحدیث ہی کیا کرتے تھے، اہلحدیث کے مجاہدانہ کردار کو نقصان پہنچانے کے لیے ہی انگریزوں نے اہلحدیثوں کو وہابی کہہ کر بدنام کرنے کی سازش کی اور احمد رضا خان بریلوی کے سر پر دست شفقت رکھا۔

سوال: کیا حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ نے موجودہ سعودی حکومت کے بانی شاہ سعود بن عبدالعزیز سے ملاقات کی تھی؟

جواب: جی ہاں! حافظ صاحب ملک عبدالعزیز کے مہمان بھی رہے۔ اصل میں ملک عبدالعزیز نے حکومت میں آ کر جنت البقیع کی قبروں سمیت تمام پکی قبریں مسمار کر دی تھیں جس پر برصغیر کے قبر پرستوں نے کافی واویلا مچایا یہ کام کیونکہ شریعت کے عین مطابق تھا چنانچہ برصغیر کے اہلحدیث علماء نے شاہ کے اس اقدام کی بڑی مدلل وکالت کی اس سلسلے میں حافظ عبداللہ روپڑیؒ بڑے پیش پیش رہے۔ انھوں نے تحریر اور تقریر دونوں ذریعوں سے سعودی حکومت کی زبردست حمایت کی۔ اس کے بعد جب سعودی عرب میں تیل دریافت ہوا اور شاہ سعود نے تیل نکالنے کے ٹھیکے امریکی کمپنیوں کو دیے تو سعودی حکومت کے خلاف ایک تحریک سی بپا ہو گئی تو اس وقت یہ حدیث پیش کی گئی کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دوں گا، بالخصوص ہندوستان میں یہ تحریک کافی زوردار تھی۔ اس دوران ہندوستان کے علماء کی طرف سے ایک وفد جس کے قائد مولانا داود غزنویؒ تھے سعودی عرب گیا۔ داود غزنویؒ اس وقت احرار کے صدر بھی تھے۔ ادھر مولانا اسماعیل غزنویؒ کی بھی یہ خواہش تھی کہ جماعت اہلحدیث کی طرف سے بھی علماء کا ایک وفد سعودی عرب بھیجا جائے۔ چنانچہ مولانا اسماعیل غزنویؒ کی خواہش پر حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کی قیادت میں علماء کا یہ وفد بھیجا گیا

سعودی عرب کے شاہی محل میں تمام علماء جمع ہوئے، مصر سے بھی کچھ علماء آئے ہوئے تھے۔ وہاں یہ مسئلہ زیر بحث آیا۔ ملک عبدالعزیز خود بھی اس محفل میں موجود تھے۔ یہ واقعہ غالباً 1936ء کا ہے۔ حافظ صاحب نے ملک عبدالعزیز کے اس اقدام کی حمایت میں فتویٰ دیا تھا اور وہ فتویٰ حافظ صاحب نے مجھ سے تحریر کروایا تھا۔ حافظ صاحب نے وہ مدلل فتویٰ اس محفل میں تمام علماء اور ملک عبدالعزیز کے سامنے پیش کیا۔ مولانا داؤد غزنویؒ نے ملک عبدالعزیز کے اس اقدام کی مخالفت کی لیکن کوئی موثر دلیل نہیں دی، ان کی مخالفت کے جواب میں ملک عبدالعزیز نے کہا کہ تم خود انگریز کے غلام ہو تمھیں کیا معلوم آزادی کسے کہتے ہیں۔ ادھر ایک کلمہ اور تلوار لٹکی ہوئی تھی اس کی طرف اشارہ کر کے شاہ نے کہا کہ یہ کلمہ ہے یہ تلوار ہے جب تک زندگی رہی تلواریں کلمے کو بلند کرنے کے لیے چلتی رہیں گی۔ تم اپنی فکر کرو انگریز کے غلام بنے ہوئے ہو اگر کوئی شرعی مسئلہ ہے تو وہ بیان کرو ملک عبدالعزیز کو حافظ صاحب کا فتویٰ بہت پسند آیا۔ عربوں کے ہاں رواج ہے کہ محبت کا اظہار دوسرے کی داڑھی کو ہاتھ لگا کر کرتے ہیں اسکے بعد ملک حافظ صاحب کی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہی گفتگو کرتا۔ جب ملک عبدالعزیز سے کافی بے تکلفی ہو گئی تو حافظ صاحب نے اس سے ایک ذاتی سوال کیا کہ ہندوستان میں مشہور ہے کہ آپ کی بہت ساری بیویاں ہیں؟ اس پر شاہ نے جواب دیا کہ میں مسلمان ہوں، جب میں اسلام کے لیے اور سارے کام کرتا ہوں تو صرف اسی کام میں میں نے اسلام کی مخالفت کرنی تھی

اور پھر انھوں نے بتایا کہ میری چار بیویوں سے زیادہ بھی نہیں ہو سکیں اور نہ ہو سکتی ہیں کیونکہ یہ اسلام کے خلاف ہے۔

سوال: حافظ صاحب جماعت اہلحدیث کا اماراتی نظام کب قائم ہوا؟

جواب: 1932ء میں امارت قائم ہوئی تھی اور پہلے امیر مولانا محمد شریف گھڑیالوی تھے۔

سوال: اس دور میں برصغیر میں دوسری بھی اہلحدیث جماعتیں ہوں گی جن کی امارتیں اس وقت بھی قائم ہوں گی پھر ایک نئی جماعت اور نئی امارت کیوں قائم کی؟

جواب: ایک دو امارتیں تھیں لیکن وہ سب علاقائی تھیں برصغیر کی سطح پر کوئی امارت قائم نہیں تھی۔

سوال: حافظ صاحب آپ کی جماعت کا نام جماعت اہلحدیث، آپ کے مدرسے کا نام جامعہ اہلحدیث، آپ کے رسالے کا نام تنظیم اہلحدیث اور حافظ عبداللہ محدث روپڑی کے جو فتوے ہیں وہ فتاوٰی اہلحدیث کے نام سے شائع ہوئے یعنی ہر جگہ لفظ اہلحدیث کا استعمال کس بات کی علامت ہے؟

جواب: یہ ہمارے خاندان اور ہماری جماعت کی مسلک اہلحدیث سے پختہ وابستگی کی علامت ہے۔ حافظ عبداللہ محدث روپڑی کو لفظ اہلحدیث سے بہت محبت تھی۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ یہی وہ جماعت ہے جو براہِ راست علوم نبوی سے استفادہ کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی منشاء کی ترجمان وحی کو جانتی ہے۔

سوال: درس نظامی سے فراغت کے بعد کیا سرگرمیاں اپنائیں؟

جواب: میرا قدرتی رجحان مناظروں کی طرف تھا لہٰذا میری سرگرمیوں کا مرکز ومحور بھی زیادہ تر مناظرے ہی رہے جبکہ بڑے بھائی حافظ اسماعیل روپڑی خطابت کے بادشاہ تھے۔

سوال: مناظرے کرنا کب شروع کیے؟

جواب: دوران طالب علمی ہی مناظرے شروع ہو گئے تھے۔ ہمیں دوران تعلیم مناظروں کی بھی باقاعدہ تربیت دی گئی۔ مثلاً مدرسے کے کچھ لڑکوں کو مسلمان بنا دیا جاتا اور کچھ کو کسی دوسرے مذہب کا۔ مقررہ وقت میں باہم مناظرہ کرایا جاتا اور جیتنے والے کو انعام بھی دیا جاتا تھا۔

سوال: آپ تو پھر بڑے انعام جیتتے ہوں گے؟

جواب: جی ہاں مناظروں میں میرا پہلا نمبر تھا۔ اس دور کا ایک دلچسپ مناظرہ مجھے یاد ہے، موضوع یہ تھا کہ نمک اچھی چیز ہے یا میٹھا۔ وہاں میں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حب الحلوۃ میٹھے کو دوست رکھو۔ مناظرہ رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ مدرسے میں بنگالی طلبہ بھی تھے جب بھی کوئی چیز پکانے کا پروگرام بنتا تو وہ کہتے کہ مچھلی پکاؤ جبکہ پنجابیوں کی خواہش ہوتی کہ حلوہ پکے اس لیے یہ مناظرہ رکھ لیا، ایک طرف بنگالی تھے اور دوسری طرف ہم پنجابی تھے۔ دو تین ہفتے یہ مناظرہ چلتا رہا مگر کوئی فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا، ایک روز بنگالی طالب علموں کو حدیث مل گئی کہ اللہ تعالیٰ جنت میں سب سے پہلے مچھلی کی کلیجی سے مہمان نوازی کرے گا۔ بنگالیوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی، میرے پاس آئے کیونکہ میں ہی دوسرے گروپ کا لیڈر تھا کہنے لگے کہ اب تو فیصلہ ہو گیا ہم مناظرہ جیت گئے۔ حدیث کے سامنے تم کیا دلیل دو گے، ظہر کی نماز کا ٹائم تھا میں نے کہا نماز پڑھ لو پھر بات کرتے ہیں وہ مان ہی نہیں رہے تھے کہنے لگے نہیں پہلے بات کرو بڑی مشکل سے انھیں نماز کے لیے راضی کیا۔ جب انھوں نے حدیث سنائی تو اس پر میں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے یہ حدیث کی بات ہے لیکن جو حوض کوثر کا میٹھا پانی نہیں پیے گا وہ جنت میں جائیں گے کیا؟ پھر وہ کہنے لگے ارے بابا مارے گئے ہم حافظ عبدالقادر سے نہیں جیت سکتے۔ (یہ واقعہ حافظ صاحب نے مسکراتے ہوئے بیان کیا)

سوال: حافظ صاحب آپ نے کن کن مکاتب فکر سے مناظرے کیے؟

جواب: میں نے ہندو، آریہ سماج، مرزائی، چکڑالوی، بریلوی، دیوبندی، شیعہ اور عیسائی مکاتب فکر سے مناظرے کیے ہیں۔

سوال: حافظ صاحب پہلا باقاعدہ مناظرہ کب اور کہاں ہوا؟

جواب: یہ 1935ء اور 1940ء کے درمیان کی بات ہے۔ روپڑ میں آریوں کا ایک سالانہ جلسہ تھا۔ (آریہ سماج ہندوؤں کا ایک فرقہ ہے لیکن بت پرست نہیں ہے) اس کا انتظام بارہ میل کے فاصلے پر واقع ریاست لالاگڑھ نے کیا تھا اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنا بڑا انتظام ہو گا جو پوری ریاست کو کرنا پڑا۔ آریوں کے بہت بڑے پنڈت چورنجی لال نے اس میں آنا تھا، چورنجی لال ہفت روزہ آریہ مسافر کا ایڈیٹر بھی تھا۔ پانچ روزہ

جلسہ تھا۔ حافظ صاحب اپنے طالبعلموں کو ان کے جلسوں میں بھیجا کرتے تھے کہ دیکھو وہ اسلام کے خلاف کیا باتیں کرتے ہیں۔ اس جلسے میں چورنجی لال نے مناظرے کا چیلنج دے دیا کہ آؤ ہمارے ساتھ جس کا جی چاہے مناظرہ کرلے۔ حافظ عبداللہ روپڑیؒ نے مناظرے کا چیلنج قبول کرلیا۔ مناظرے کا موضوع تھا کہ قرآن مجید الہامی اور آسمانی کتاب ہے یا آریوں کی "وید الشوری گیان"۔ مناظرہ سننے کے لیے پورا شہر اُمڈ آیا۔ حافظ عبداللہ روپڑیؒ اور حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ بھی اسٹیج پر موجود تھے لیکن اصل گفتگو میں نے کرنی تھی۔ مناظرے کے شروع میں ہی چورنجی لال نے جارحیت کی اور انا انزلنہ فی لیلۃ القدر والی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ قرآن رات کو اتارا گیا اور رات کو تو چور اور ڈاکو ہی آتے ہیں۔ میں نے کہا پنڈت جی! اگر یہ مسلمہ اصول ہے کہ چور اور ڈاکو ہی رات کو آتے ہیں تو آپ پھر رات دس بجے والی گاڑی سے روپڑ پہنچے ہیں اس کا مطلب ہے کہ آپ چور اور ڈاکو ہیں۔ تھانہ قریب ہے پولیس کو بلواتے ہیں تاکہ وہ آپ کو گرفتار کرکے لے جائے۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ ہم کوشش کرکے تلاش کرتے ہیں کہ کون آریہ رات کو پیدا ہوا ہے پھر تم اس کو واپس کردینا۔ پنڈت سے کوئی جواب نہ بن پڑا، درمیان میں ایک سکھ تیز آواز میں بولا کہ "مولوی پنڈت نوں تی جاندا اے" پھر میں نے کہا آؤ تمہیں بتاؤں قرآن کیوں رات کو آیا ہے اس لیے کہ قرآن لوگوں سے کہتا ہے کہ ہوشیار رہو بیدار رہو کہیں تمہارا کوئی نقصان نہ ہوجائے۔ اگر یہ دن میں آتا تو لوگ کہیں گے کہ ہم پہلے ہی بیدار ہیں ہوشیار ہیں تمہارے اس پہرے کا کیا فائدہ؟ تمہارا پہرہ تو تب فائدہ مند ہوتا ہے جب تم رات کو پہرہ دیتے۔ میں نے کہا کہ قرآن نے رات کو آکر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ میں نے سوئی ہوئی دنیا کو دوبارہ بیدار کیا ہے اس کے بعد میں نے حالی کے یہ اشعار پڑھے۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی
اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

بس پھر کیا تھا نعرہ تکبیر بلند ہونے شروع ہوگئے۔ پھر چورنجی لال نے ایک نیا شوشا چھوڑا، کہنے لگا کہ مسلمانوں کی حدیث میں آتا ہے کہ موسیٰ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک دن ایک بکری نے موسیٰ پر پیشاب کردیا۔ موسیٰ کو بڑا غصہ آیا اور اسے پکڑ کر سزا دینے لگے تھے کہ کچھ رحم آگیا اور سزا نہیں دی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا کہ تم نے ہماری مخلوق پر رحم کیا اسی لیے ہم نے تمہیں پیغمبری دی ہے۔ کہاں مسلمانوں کے نبی جانوروں پر رحم کرتے تھے اور کہاں یہ آج کے مسلمان جو جانوروں کو کاٹ کر جاتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ ذبح کرنا یا گوشت کھانا ظلم ہے تو خدا نے کیوں ایسے درندے پیدا کیے جو گوشت کھاتے ہیں اس پر پنڈت بولا درندے گوشت کچا کھاتے ہیں جبکہ تم لوگ پکا کر کھاتے ہو۔ تم نے اگر درندوں کی برابری کرنی ہے تو جیسے وہ کچا کھاتے ہیں تم بھی کچا کھاؤ۔ میں نے کہا کہ اگر کچا پکا ہی حرام کے لیے دلیل ہے تو پھر تم آٹا کچا کھاؤ، ترکاریاں کچی کھاؤ، اناج کچا کھاؤ پھر کہنے لگا جو جانور صرف گوشت کھاتے ہیں وہ صرف گوشت کھاتے ہیں اور کچھ نہیں کھاتے، میں نے کہا غلط بات ہے، پنڈت جی! تم اتنے بڑے ہوگئے ہو تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ بلی چوہے بھی کھاتی ہے اور دودھ بھی پیتی ہے پھر میں نے کہا کہ اگر زندہ جانور ذبح کرکے کھانا ظلم ہے تو جو گائے اور بکری وغیرہ خود مر جاتی ہے اس پر تو ہم نے ظلم نہیں کیا تو وہ کھالیا کرو، اس پر کہنے لگا کہ اس میں پھر گندہ خون رہ جاتا ہے جو انسان کی صحت کے لیے بہت مضر ہے یہاں پھر میں نے نبی ﷺ کی شان بیان کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے حکم دیا ہے کہ ذبح کرو تاکہ اندر سے گندہ خون نکل جائے۔ اس بات کا مجمع پر بہت اثر ہوا، میں نے کہا کہ لگتا ہے تم آہستہ آہستہ مسلمان ہوجاؤ گے، پھر میں نے یہ شعر پڑھا۔

عجب کیا ہے کہ چورنجی لال بھی اک دن مسلمان ہو
لہو اسلام کا ٹپکے اگر کافر کا دل چیریں

اس شعر میں چورنجی لال میں نے اپنی طرف سے لگایا۔

مناظروں میں اس طرح کے حربے استعمال کرنا پڑتے ہیں۔ یہ میرا باقاعدہ پہلا مناظرہ تھا جس میں مخالف کو بری طرح شکست دی۔ اس مناظرے کے بعد روپڑ کے مسلمانوں پر ہماری زبردست علمی و مذہبی دھاک بیٹھ گئی۔

سوال: حافظ صاحب مناظروں کے لیے مطالعہ تو بہت کرنا پڑتا ہوگا؟

جواب: ہم رات دن جن لوگوں سے مناظرے کرتے تھے ان کی کتب کا مطالعہ ہی کیا کرتے تھے اور جہاں کوئی دلیل ملتی اس پر نشان لگالیا کرتے۔

سوال: حافظ صاحب اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ مناظروں کا کوئی فائدہ نہیں اور ان سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا اور عموماً جھگڑے بھی ہوجاتے ہیں آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

جواب: یہ بالکل غلط نظریہ ہے۔ میں تجربے کی بنیاد پر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ مناظروں کے ذریعے جتنی مسلک اور اسلام کی تبلیغ ہوتی ہے کسی اور ذریعے سے نہیں ہوتی، مناظروں کی وجہ سے بے شمار لوگ اہلحدیث ہوئے اور لاتعداد دوسرے مذہب سے اسلام میں داخل ہوئے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ لوگ جلسوں میں اتنی دلچسپی نہیں لیتے جتنی مناظروں میں لیتے ہیں روپڑ کے مناظرے کا جو واقعہ میں نے آپ کو سنایا ہے اس میں ایسے مسلمان اور ہندو بھی تھے جو کبھی اپنے جلسوں میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے اس لیے میں سمجھتا ہوں مناظرے تبلیغ کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ مولانا احمد دین صاحب کو کسی نے کہا کہ جناب مناظرے نہیں ہونے چاہئیں اس میں جھگڑا ہوتا ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ نکاح بھی نہیں ہونا چاہیے اس میں کئی دفعہ طلاق ہوجاتی ہے

سوال: اچھا حافظ صاحب مناظروں کی کیا تکنیک ہے؟ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی علمی شخصیت مناظروں میں شکست کھا جاتی ہے۔

جواب: اصل میں شکست کھانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مناظر اپنے دلائل کو اس طرح بیان نہیں کر پاتا کہ جس سے عوام مطمئن ہوسکیں۔ علمی مباحث عوام نہیں سمجھ سکتے لیکن علمی مباحث کو ایسے انداز میں بیان کرنا کہ عوام کی سمجھ میں آجائے یہ مناظرہ جیتنے کی تکنیک ہے۔ میں نے مناظروں میں ہمیشہ یہی تکنیک استعمال کی۔

سوال: گویا مناظرے میں عوام کے ذہنوں کو مدنظر رکھنا چاہیے نہ کہ دوسرے مناظر کو؟

جواب: وہ بھی اسی میں آجائے گا عوام کو جب دوسرے مناظر کے مرعوب ہونے کا احساس ہوگا تو عوام کا ذہن خود بخود متاثر ہوجائے گا۔

سوال: حافظ صاحب مناظرہ کرنے کی صلاحیت کوئی قدرتی صلاحیت ہے یا اکتساب کے ذریعے بھی حاصل کی جاسکتی ہے؟

جواب: دیکھیں مناظرے کے لیے حاضر دماغی کا ہونا انتہائی ضروری ہے اور حاضر دماغی ایک قدرتی صلاحیت ہے لیکن تربیت اور اکتساب کے ذریعے حاضر دماغی کی صلاحیت کے استعمال کو زیادہ سے زیادہ مفید بنایا جاسکتا ہے۔

سوال: حافظ صاحب آپ سال میں کتنے مناظرے کرلیا کرتے تھے؟

جواب: ہر مہینے میں دو تین مناظرے ہوجایا کرتے تھے۔

سوال: حافظ صاحب تحریک پاکستان میں آپ نے اور آپ کے خاندان نے کیا کردار ادا کیا؟

جواب: تحریک پاکستان کے لیے حافظ عبداللہ محدث روپڑی کا کردار بہت منفرد ہے ایسے وقت میں جبکہ دینی حلقے انگریز کی سازش کا شکار ہوکر مسلم لیگ کے مخالف تھے۔ کچھ علماء کانگریس میں چلے گئے تھے اور کچھ اپنی اپنی جماعتیں بنا کر کام کررہے تھے اور کچھ ایسے بے غیرت تھے جو یہ فتوے جاری کررہے تھے کہ جس نے مسلم لیگ کا یا مسلم لیگ کے کسی لیڈر کا ساتھ دیا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا اور بعض علماء مسلم لیگ کے لیڈروں کے لیے کفر کے فتوے صادر کررہے تھے۔ ایسے میں حافظ عبداللہ محدث روپڑی نے حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ علیحدہ ملک حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مسلمان کسی ایک پلیٹ فارم پر متحد ہوجائیں۔ جس کی قیادت مخلص اور سیاسی بصیرت کی حامل ہو اور انگریزوں کی سیاسی چالوں کو سمجھ کر ان کا مقابلہ کرسکتی ہو اور وہ پلیٹ فارم اپنے اندر ہمہ گیریت رکھتا ہو اور برصغیر کے تمام مسلمانوں کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس لیے محدث روپڑی نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور یہ بھی ایک تاریخی بات ہے کہ حافظ صاحب نے مسلم لیگ کی حمایت میں فتوٰی بھی جاری کیا۔ آج اس مکتبہ فکر کی پاکستان کے لیے خدمات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے جو کہ پاکستان مسلم لیگ اور مسلم لیگی لیڈروں کے خلاف فتوے بازی کرتے تھے لیکن اہلحدیث جنھوں نے دل وجان سے تحریک پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا ان کے کرداروں کو سرے سے نظر انداز کردیا جاتا ہے، یہ اہلحدیثوں کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ حافظ محدث روپڑی نے مجھے اور مولانا اسماعیل روپڑی سمیت خاندان کے اکثر نوجوانوں کو تحریک پاکستان کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔ ہم رات دن مسلم لیگ کا کام کرتے تھے۔

سوال: آپ مسلم لیگ کے کوئی عہدیدار بھی تھے؟

جواب: ہاں! میں مسلم لیگ میں روپڑ کا صدر تھا۔ میں نے خاص طور پر ضلع انبالہ میں بہت کام کیا۔ ان دنوں مسلم لیگی لیڈر سردار شوکت حیات خان اور اسد محمود نے میری تقریر سننے کے بعد کہا کہ آپ پنجاب سے باہر بھی کچھ وقت دیں چنانچہ میں پنجاب سے باہر بھی مسلم لیگ کے مختلف بڑے جلسوں میں جایا کرتا تھا لیکن بہرحال میرا زیادہ وقت پنجاب میں ہی گزرتا۔ میں روپڑ میں مسلم لیگ کا صدر تھا آپ روپڑ میں میری کارکردگی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ 1946ء کے الیکشن میں پندرہ ہزار مسلم ووٹوں میں سے صرف ایک ووٹ مسلم لیگ کے خلاف گیا۔

سوال: تحریک پاکستان کے دوران آپ گرفتار بھی تو ہوئے تھے؟

جواب: جی ہاں! گرفتاری سے متعلق واقعات بھی خاصے دلچسپ ہیں۔ جن دنوں حکومت کے خلاف تحریک چل رہی تھی انہی دنوں گرفتار ہوا تھا۔ حکومت جمعہ کے خطبے سے پہلے گرفتار کرنا چاہتی تھی لیکن انتظامیہ میں جو مسلمان تھے ان کے تعاون کی وجہ سے میں وہ جمعہ پڑھا سکا۔ وہ میرا تاریخی جمعہ تھا تقریر کے لحاظ سے بھی اور حاضری کے لحاظ سے بھی، وہ مسجد میں گرفتار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ قانوناً اس کی اجازت نہیں تھی۔ انتظامیہ کے مسلمان اہل کاروں

آریہ سماج سے مناظر اسلام کا ایک دلچسپ مناظرہ

انٹرویو کے دوران حافظ روپڑی صاحب نے بدوملہی ضلع نارووال میں آریہ سماج سے ہونے والے مناظرے کا دلچسپ قصہ کچھ یوں سنایا کہ آریوں کے جلسے میں مناظرہ تھا۔ مناظرے کا موضوع تھا کہ "نجات کس مذہب کی ہے" یعنی آریہ سماج میں نجات ہے یا اسلام میں۔ میں نے اپنی بات شروع کرتے ہوئے یہ کہا کہ تمہارے گرو دیانند کی کتاب میں یہ عقیدہ لکھا ہے کہ خدا گناہ معاف نہیں کرتا، اگر معاف کرے تو ظالم ٹھہرتا ہے کیونکہ گناہ کرنے اور اس کے معاف کر دینے سے برائی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ پھر میں نے ان کے گرو کے تین گناہ گنوائے جو اس کی سوانح عمری میں لکھے تھے۔ اس کی سوانح عمری جو پنڈت لیکھرام نے لکھی تھی اس میں لکھا ہوا تھا کہ گرو پہلے بت پرست تھا لیکن ایک روز بت خانے میں گیا تو اس نے دیکھا کہ چوہے بتوں پر پیشاب کر رہے ہیں پھر وہ بتوں کی پوجا سے تائب ہو کر توحید پرست ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ جو بت چوہوں کے پیشاب سے نہیں بچ سکتے وہ ہمیں کیا دیں گے۔ پہلا گناہ بتوں کی پوجا ہو گیا۔ دوسرا گناہ یہ تھا کہ وہ باپ کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل گیا۔ باپ اسے پکڑ کر لایا تو پھر اس نے جھوٹ بولا اور پیشاب کا بہانہ کر کے بھاگ گیا۔ ادھر دو گناہ ہوئے ایک باپ کی بے ادبی اور دوسرا جھوٹ۔ پھر میں نے کہا کہ یہ جو تین گناہ تمہارے گرو نے کیے ہیں تمہارے عقیدے کے مطابق خدا انہیں معاف تو نہیں کرے گا لازماً سزا دے گا۔ ان کی کتابوں میں سزائیں کچھ اس طرز کی لکھی ہوئی ہیں کہ اگر یہ گناہ کرے گا تو آئندہ جنم اس کا فلاں جانور کی شکل میں ہوگا، اگر یہ گناہ کرے گا تو دوسرے جنم میں کتا بن جائے گا۔ اس کے بعد میں نے اپنا پوائنٹ اس بات پر دیا کہ بتاؤ تمہارا گرو اس وقت کس شکل میں ہے کتے کی، بلی کی، گدھے کی یا سور کی وہ پریشان ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا تو تنگ آ کر اس نے کہا تو اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے محمد ﷺ صاحب کہاں ہیں۔ میں نے کہا کہ ہمارے محمد ﷺ جنت الفردوس میں ہیں پھر کہتا ہے بتاؤ جنت الفردوس کہاں ہے؟ میں نے کہا پنڈت جی سمجھدار لوگوں کی بات ہے کہ جس گاؤں نہ جانا ہو ادھر کا راستہ نہیں پوچھنا چاہیے تم جنت کا راستہ نہ پوچھو دوزخ کا پوچھو جہاں تم نے جانا ہے۔ اس بات پر حاضرین بہت ہنسے، پھر جب میں نے بار بار پوچھا بتاؤ دیانند کس شکل میں ہے تو کہنے لگا کہ مصطفی کمال پاشا اتاترک کی شکل میں اس نے دوسرا جنم لیا ہے، یہاں بھی میں نے اپنی گرفت مضبوط رکھی۔ میں نے کہا پنڈت جی! تم لوگوں نے جوتیاں کھا کر ضرور مسلمان ہونا ہے ویسے ہی کلمہ پڑھ لو مسلمان ہو جاؤ تمہارا گرو خدا کے پاس گیا وہاں اس کو جوتیاں پڑیں تو دوسرے جنم میں مسلمان ہو گیا میں نے یہیں پر بس نہیں کیا پھر میں نے کہا کہ تمہارے گرو نے اپنے پہلے جنم میں ایک کتاب ادھوری لکھی تھی اور کہا تھا کہ اگلے جنم میں اس کو پورا کروں گا۔ تمہارا گرو تو جھوٹا مکار نکلا دوسرا جنم لے بھی لیا اور اپنے وعدے کے مطابق اس نے اپنی کتاب بھی مکمل نہیں کی۔ پھر میں نے ثابت کیا کہ نجات اسلام میں ہے کتنے ہی گناہ کیے ہوں لیکن اگر توبہ کر لی جائے تو اللہ سب معاف فرما دیتا ہے۔ اس مناظرے میں آریہ سماج کو ایسی عبرتناک شکست ہوئی کہ جو ان کی طرف سے مناظرے کی صدارت کر رہا تھا پنڈت سے کہنے لگا کہ پنڈت جی آج تم نے ہماری ساری عزت خاک میں ملا دی ہے۔

نے مشورہ دیا کہ آپ مسجد سے ایک جلوس کی شکل میں باہر نکلیں اور جلوس کو بازار اور پل سے ہوتے ہوئے اسٹیشن پر لے جائیں۔ چنانچہ میں نے جلوس نکالا وہ بھی مثالی جلوس تھا۔ اس کے بعد مجھے گرفتار کر کے انبالہ جیل بھیجا گیا۔ سپرنٹنڈنٹ جیل ایک ہندو تھا اسے کالیا کالیا کہتے تھے وہاں جب میری تلاشی لی گئی تو دوران تلاشی وہ قرآن مجید کو ہاتھ لگانے لگا تو میں نے کہا کوئی غیر مسلم اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا اس کو ہاتھ لگانے کے لیے پاک ہونا ضروری ہے۔ وہ بضد ہو گیا کہ میں مکمل تلاشی لوں گا لیکن میں نے کہا کہ قرآن کی تلاشی نہیں دے سکتا۔ کافی جھگڑا ہوا، آخر کار اس کو جھکنا پڑا اور میں نے اسے قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگانے دیا۔

جیل میں ہمیں B کلاس دی گئی۔ ہم 35 آدمی تھے۔ میں نے مشورہ دیا کہ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنے کی بجائے جماعت کرانی چاہیے۔ سب متفق ہوئے اور میری امامت میں نماز ہوئی، پھر مشورہ ہوا کہ اذان بھی دینی چاہیے کچھ ساتھیوں نے کہا کہ پھر جیل انتظامیہ ناراض ہوگی اور ہم پر سختی کرے گی، ہم نے کہا جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے عشاء اور فجر کی اذانیں دیں، صبح جب کالیا صاحب آیا تو اہلکاروں نے اس سے شکایت کی کہ یہ رات اذانیں دیتے رہے ہیں وہ ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا اذان کس نے دی؟ میں نے کہا کہ میں نے دی۔ کہنے لگا کیوں دی؟ میں نے کہا میری مرضی۔ کہنے لگا آپ کو پتہ ہے کہ جیل میں اذان کہنے کی اجازت نہیں، میں نے کہا میں مدینے کے نبی کا حکم مانتا ہوں آپ کا نہیں مانتا۔ اس کے بعد کالیا نے سزا کے طور پر ہم سب کو علیحدہ علیحدہ چکیوں میں بند کر دیا پھر ہم نے آپس میں یہ طے کیا کہ سب اپنی اپنی چکی میں اذانیں دیں گے۔ چنانچہ جب نماز کا وقت آیا پہلی چکی سے اذان شروع ہوگئی جب پہلی اذان ختم ہوئی تو دوسری چکی سے اذان شروع ہوئی۔ اس طرح یکے بعد دیگرے تیس چکیوں سے اذانیں دی گئیں جس میں تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹہ لگ گیا۔ جیل میں کہرام بپا ہو گیا، اذان کی آواز سے ہندوؤں اور سکھوں کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا تھا۔ کالیا کے پاس جا کر انھوں نے شکایت کی کہ ایسا لگتا ہے کہ پاکستان بن گیا ہے ان لوگوں نے جیل میں پاکستان بنا دیا۔ کالیا نے دوبارہ ہم سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اور مجھ سے کہا تمھیں صرف ایک اذان اور ایک ہی نماز کی اجازت ہے۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے کیونکہ ہم تو چاہتے بھی یہی تھے اس وقت مجھے سات سال کی قید سنائی گئی لیکن بعد میں حکومت اور مسلم لیگ کی صلح ہو گئی اور تمام سیاسی قیدی رہا ہو گئے جن میں میں بھی شامل تھا۔

سوال: انگریز حکومت نے آپ کو دیکھتے ہی گولی مارنے کا حکم بھی تو دیا تھا؟

جواب: ہاں یہ تقسیم سے کچھ روز پہلے کی بات ہے۔ میں مسلمانوں کی کبڈی کمیٹی کا صدر بھی تھا۔ ہمارا کبڈی کا میچ تھا اس کو بہانہ بنا کر ہندوؤں نے وہاں فساد کر دیا۔ جمعہ کا دن تھا اور جمعہ پڑھانا تھا اس لیے میں آ گیا۔ میں اس میچ میں موجود نہیں تھا لیکن کیونکہ میں کمیٹی کا صدر تھا اس لیے اس فساد میں میرا نام سرفہرست تھا وہاں کا ہندو ایس ڈی ایم تھا۔ غالباً لکشمی چند اس کا نام تھا۔ اس فساد کے بہانے اس نے میرے لیے حکم جاری کر دیا کہ جہاں ملے اس کو گولی مار دو۔ اگرچہ بہانہ کبڈی میچ میں فساد کا بنایا گیا تھا لیکن اس فیصلے کے پیچھے مقاصد تو سیاسی تھے اور روپڑ میں مسلم لیگ کو کمزور کرنے کے لیے ایسا کیا گیا لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ نے حفاظت کی انہی دنوں ملک تقسیم ہوا اور ہم ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔

سوال: ہجرت کرتے وقت آپ کے خاندان کے ساتھ ناخوشگوار واقعات پیش آئے؟

جواب: (اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حافظ صاحب آبدیدہ ہو گئے) سچی بات تو یہ ہے کہ ہجرت کے واقعات بیان کرنے کی میرے اندر ہمت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ بہت ظلم ہوا، میری آنکھوں نے بہت کچھ دیکھا۔ ہمارے خاندان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی میں بیان کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ بس آپ اتنا جان لیں اور اس سے صورتحال کا اندازہ لگا لیں کہ دوران ہجرت صرف ہمارے خاندان کے ستره افراد سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کی عظیم لائبریری جس میں دنیا بھر کی کتب تھیں جلا دی گئی تھی۔

سوال: حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ نے مسلم لیگ کے حق میں فتویٰ جاری کیا جبکہ مسلم لیگ کے جتنے بھی بڑے رہنما تھے وہ عالم دین نہیں تھے۔ کیا قیادت کے لیے عالم دین ہونا ضروری نہیں؟

جواب: نہیں یہ بات غلط ہے کہ ان میں عالم دین نہیں تھے۔ مولانا ابراہیم

میر سیالکوٹی، مولانا شبیر احمد عثمانی، حافظ عبداللہ اور مولانا ثناء اللہ امرتسری یہ سب عالم دین بھی تھے اور مسلم لیگ کے رہنما بھی تھے۔

سوال: لیکن انھوں نے بھی تو محمد علی جناح (مرحوم) اور لیاقت علی خان کی قیادت میں ہی کام کیا تھا جبکہ یہ دونوں عالم دین نہیں تھے؟

جواب: اصل میں ان کی پیچھے سے رہنمائی کرنے والے تو علماء ہی تھے۔ قیادت کے لیے عالم دین ہونا بہتر ہے لیکن اگر کوئی شخص جو عالم دین نہ ہو تاہم سیاسی بصیرت اور تنظیمی صلاحیتوں کا حامل ہو اور علماء کے مشورے سے چلے تو اس کی قیادت بھی صحیح ہے۔

سوال: حافظ صاحب جب آپ قیام پاکستان سے پہلے مسلمانوں کی جدوجہد اور قربانیوں کو دیکھتے ہیں اور آج کے حالات دیکھتے ہیں کہ جس مقصد کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا سڑسٹھ سال گزرنے کے باوجود بھی وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکا اس پر آپ کے کیا جذبات ہوتے ہیں؟

جواب: اس بات پر بہت دکھ ہوتا ہے کہ برصغیر کے مسلمان وہ مقصد حاصل نہیں کر سکے جس کے لیے انھوں نے قربانیوں کے ریکارڈ قائم کیے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تحریک پاکستان کے شہداء قیامت کے روز ان لوگوں سے شکوہ کریں گے اور حساب لیں گے جن لوگوں نے غداری اور وعدہ خلافی کی اور پاکستان میں اسلام کے نفاذ میں رکاوٹیں ڈالیں۔

سوال: حافظ صاحب پاکستان بنانے کے لیے تو آپ نے سیاسی جدوجہد کی لیکن پاکستان بننے کے بعد ملک میں کتاب وسنت کے نفاذ کے لیے سیاسی جدوجہد کرنے کی بجائے آپ کی زیادہ تر توجہ درس وتدریس اور مناظروں کی طرف رہی اس کی کیا وجہ تھی؟

جواب: نہیں ایسی بات نہیں ہے سیاست پر بھی میری توجہ رہی اور قیام پاکستان سے لے کر اب تک جتنی بھی دینی تحریکیں برپا ہوئیں ہیں میں ان میں بھی پیش پیش رہا ہوں۔ تحریک ختم نبوت جو 1953ء کے بعد سے مختلف ادوار میں زور پکڑتی رہی میں نے پوری سرگرمی سے اس میں حصہ لیا اور مفتی محمود، مولانا مودودی، عبدالستار نیازی اور تمام بڑے بڑے علماء کے ساتھ میں نے بھی اس تحریک کی قیادت کی، اسکے علاوہ 1974ء میں نوابزادہ نصر اللہ خاں کے بضد ہونے کی وجہ سے پاکستان جمہوری پارٹی میں شامل ہوا۔ 1977ء کی تحریک کے بعد کچھ عرصے تک ان کی پارٹی کا نائب صدر بھی رہا۔ تحریک نظام مصطفی میں بھی بہت زیادہ سرگرم رہا یہاں تک کہ مجھے گرفتار بھی کیا گیا۔ ایک ماہ لاہور جیل میں رکھا گیا اور ایک ماہ پنڈی جیل میں رکھا گیا۔ آخر میں میانوالی جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ سینیٹر راجہ ظفر الحق اور جماعت اسلامی کے چوہدری رحمت الٰہی میرے ساتھ ہی جیل میں رہے تھے ہماری گرفتاری کے بعد ہی تحریک نظام مصطفی نے صحیح معنوں میں زور پکڑا، اس کے بعد ضیاء الحق کے دور میں شوریٰ کا رکن وفاقی شرعی عدالت کا مشیر اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا مرکزی رکن بھی رہا۔

سوال: سنتے ہیں کہ سب سے پہلے حافظ عبداللہ محدث روپڑی کی کوششوں سے دینی مدارس کے طلباء کا سعودی عرب تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ شروع ہوا؟

جواب: جی ہاں بالکل! جب ثناء اللہ مدنی صاحب، عبدالسلام کیلانی صاحب اور مقبول صاحب وغیرہ جامعہ اہلحدیث لاہور سے فارغ ہوئے تو اس کے بعد جب حافظ عبداللہ محدث روپڑی سعودی عرب گئے اور مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر شیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ سے حافظ صاحب نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے کچھ طلباء یہاں آئیں اور یہاں کا طریقہ تعلیم وتدریس سیکھیں تو شیخ عبدالعزیز بن باز نے بخوشی حافظ صاحب کی درخواست قبول کر لی اس طرح سب سے پہلے چار طالب علموں کو سعودی عرب بھیجا گیا جن میں مولانا ثناء اللہ مدنی اور مولانا عبدالسلام کیلانی بھی شامل تھے۔ تب سے طلباء کو تعلیم کے لیے سعودی عرب بھیجنے کا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔

سوال: پاکستان آنے کے بعد آپ نے جو دعوت وتبلیغ کا کام کیا اس کی کچھ تفصیل بتائیں؟

جواب: بس رات دن یہی کام تھا، دعوت وتبلیغ کی مصروفیات کا اندازہ آپ اس بات سے کر سکتے ہیں کہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ میں مسجد قدس لاہور سے جمعہ پڑھا کر نکلا کرتا تھا مختلف جگہوں پر پروگرام ہوتے تھے کوئی دن خالی نہیں ہوتا تھا پھر اگلے جمعے کو عین نماز جمعہ کے وقت پہنچا کرتا تھا۔ مسجد دروازے تک بھری ہوتی تھی اور لوگ انتظار کر رہے ہوتے تھے لیکن افسوس کہ لوگ بہت جلد تمام تر جماعتی خدمات کو بھلا دیتے ہیں پاکستان کے چپے چپے پر تبلیغ

اور مناظروں کے لیے گیا ہوں۔ پنجاب کا شاید ہی کوئی حصہ ایسا ہو جہاں میں نے توحید وسنت کی آواز بلند نہ کی ہو اس کام میں جتنی مشکلات آتی تھیں میں ہی جانتا ہوں۔ بیوی بچوں سے کئی کئی روز دور رہنا پڑتا تھا۔ کئی کئی میل پیدل چل کر جانا پڑتا تھا اکثر سفر میں ہی رہتا تھا، سونے کو بھی بہت کم وقت ملتا تھا۔ انہی مصروفیات کی وجہ سے میں اپنے بچوں کو بھی وقت نہیں دے سکا جو ان کا حق بنتا تھا۔ جلسوں کے لیے وقت دیتے ہوئے نخرے کرنا مجھے پسند نہیں تھا ہر جمعہ کے بعد بڑی تعداد میں لوگ وقت لینے کے لیے بیٹھے ہوا کرتے تھے۔ جبکہ کئی کئی ہفتوں تک ایک دن بھی میرے پاس فارغ نہیں ہوتا تھا، بس اللہ نے حوصلہ اور ہمت دی ہوئی تھی اس وقت لگے رہتے تھے رات دن۔

سوال: یوں تو حافظ صاحب دعوت وتبلیغ کے کام میں مشکلات معمول کی بات ہے، کوئی ایسا واقعہ سنائیں جب آپ کو بہت زیادہ پیدل چلنا پڑا ہو؟

جواب: طویل طویل سفر پیدل طے کرنا بھی معمول ہی کی بات تھی کیونکہ اس وقت آمدورفت کے ذرائع بھی مفقود تھے۔ ایک واقعہ سناتا ہوں کہ آزاد کشمیر کے ایک علاقے کوٹلی میں مرزائیوں کے ساتھ مناظرہ تھا اور کوئی مولوی وہاں جانے کو تیار نہیں ہوتا تھا ہم کو حکم دیا گیا کہ تم جاؤ۔ میں اور حافظ اسماعیل روپڑی وہاں جانے کے لیے تیار ہوئے۔ گوجرانوالہ کے مولانا اسماعیل سلفیؒ نے میرپور کے ایک اہلحدیث حاجی وہاب دین کے ذمے لگایا کہ وہ ہمیں کوٹلی پہنچائیں گے۔ کوٹلی میرپور سے کوئی چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے یہ فاصلہ ہم دونوں بھائیوں نے پیدل بھاگتے ہوئے طے کیا۔ ایک خچر اور ایک آدمی ہمارے ساتھ گیا تھا لیکن خچر پر ہم نے کتابیں لدوادی تھیں اس طرح ہم چالیس میل پیدل چل کر کوٹلی پہنچے۔ بات چل نکلی ہے تو وہاں جو مناظرہ ہوا اس کی تھوڑی سی صورتحال بھی بتاتا چلوں۔ وہاں کچھ مرزائی مناظر سری نگر کی طرف سے آیا تھا۔ صبح آٹھ بجے مناظرہ تھا لیکن شرائط طے کرتے ہوئے دوپہر ہوگئی۔ ایک بجے مناظرہ شروع ہوا، مرزائیوں نے شرارت یہ کی کہ وہاں کا جو ہندو تحصیلدار تھا اسے اپنا صدر بنالیا تاکہ ہندو ان کا ساتھ دیں۔ خیر میں نے بھی مناظرانہ چال چلی اور شروع میں ہی ہندوؤں کے پنڈت لیکھرام سے متعلق مرزا کے منفی بیانات بیان کردیے اس مناظرے میں الحمدللہ کامیابی ہوئی۔ مناظرے کے بعد ہندو تحصیلدار میرے پاس آیا مصافحہ کرکے کہنے لگا مجھے نہیں معلوم تھا یہ اتنے بے ایمان ہیں ورنہ میں ان کی صدارت نہ کرتا۔ اس کے بعد آٹھ روز تک علاقے کے لوگوں نے واپس

اللہ ہندو ہے یا مسلمان؟ (دہلی کے تاریخی مناظرے میں ہندو پنڈت کا حافظ روپڑی سے سوال)

قیام پاکستان سے قبل دہلی میں ہندوؤں کے ساتھ حافظ روپڑی صاحب کا مناظرہ ہوا تھا اس کی کچھ روداد حافظ روپڑی صاحب کی زبانی سنیے: دہلی میں جماعت غرباء اہلحدیث کے امیر مولانا عبدالستار صاحب دہلوی تھے انھیں آریہ سماج نے چیلنج کیا کہ ہم سے مناظرہ کرلو۔ انھوں نے مناظرہ کی دعوت قبول کرلی لیکن ثناء اللہ امرتسریؒ کے ساتھ اختلافات تھے اس لیے انھیں نہیں بلاسکتے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں، بہرحال پھر انھوں نے مجھے بلانے کا فیصلہ کرلیا۔ مولانا عبداللہ اوڈھ جو امیر قوم اوڈھ تھے مجھے لینے روپڑ پہنچ گئے۔ وہ ہمیں اپنی کار میں لے کر امرتسر آئے اس وقت کار بھی ایک عجوبہ ہی ہوتی تھی ہم پانچ چھ افراد تھے۔ امرتسر سے بذریعہ ٹرین دہلی پہنچے وہاں لوگ ہمیں دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ جاٹ کس طرح بات کریں گے۔ غرباء اہلحدیث کے جلسے میں یہ مناظرہ ہوا، ایک ہجوم امڈ آیا تھا کیا بریلوی اور کیا دیوبندی بلاتفریق تمام مسلمان وہاں جمع تھے کیونکہ مقابلہ غیر مسلموں سے تھا۔ مناظرہ کافی دیر جاری رہا، شروع سے ہی ہمارا پلڑا بھاری تھا۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن مجید ایک جامع کتاب ہے جس میں تمام مسائل کا حل موجود ہے اس پر ہندو مناظر نے یہ سوال کردیا کہ قرآن سے ثابت کرو کہ اللہ ہندو ہے یا مسلمان؟ حالانکہ یہ بے تکا سوال ہے لیکن اگر مناظروں میں اس طرز کے سوالوں کا کوئی موثر جواب نہ دیا جائے تو مناظرہ سننے والی عوام پر اچھا تاثر نہیں بیٹھتا۔ میں نے جواب میں کہا ہاں جناب قرآن میں موجود ہے پہلا پارہ ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی قوم کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا، اگر اللہ ہندو ہوتا تو گائے ذبح کرنے کا حکم ہرگز نہ دیتا۔ بس اتنی بات تھی شور بپا ہوگیا اور ہم وہ مناظرہ جیت گئے۔ دہلی کے ایک شیخ تھے ان کا دھاگے کا ایک کارخانہ تھا شیخ عبدالمالک ان کا نام تھا انھوں نے مجھے پانچ سو روپے بطور انعام دیے اور کہا کہ آپ کا جہاں بھی مناظرہ ہو مجھے ضرور اطلاع دیں۔ اس وقت کے پانچ سو روپے آج کل کے کئی ہزار کے برابر تھے۔ میں نے وہ پانچ سو روپے تین چار سال تک نہ خود استعمال کیے اور نہ ہی کسی اور کو استعمال کرنے دیے۔

آنے نہیں دیا اور ہماری دعوتیں کرتے رہے۔ آٹھ روز کے بعد ایک بریلوی نے ہمارے جانے کے لیے دو گھوڑوں کا انتظام اپنے خرچ پر کیا۔

سوال: حافظ صاحب آپ سے لوگوں کو شکایت ہے کہ آپ اپنی اولاد میں سے کوئی اپنا علمی جانشین تیار نہیں کر سکے؟

جواب: اس کے بارے میں پہلے ہی میں کہہ چکا ہوں کہ جلسوں اور جلوسوں کی مصروفیات کی وجہ سے میں اپنی اولاد پر کوئی خاص توجہ نہ دے سکا اس لیے علمی میدان میں تو اپنی اولاد کو آگے نہ لا سکا البتہ سیاسی میدان میں عارف سلمان کافی نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے خاندان کا علمی سلسلہ ابھی جاری ہے۔ حافظ عبدالغفار روپڑی جامعہ اہلحدیث کو سنبھالے ہوئے ہیں جبکہ حافظ عبدالوہاب مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں۔

سوال: حافظ صاحب مولانا مودودیؒ کی خلافت وملوکیت کافی متنازعہ کتاب ہے آپ اس پر کیا تبصرہ کریں گے؟

جواب: مولانا مودودیؒ بڑے پائے کے مصنف تھے لیکن ان کی یہ کتاب اچھی نہیں ہے۔ شیعوں کو جتنی تقویت خلافت وملوکیت نے پہنچائی ہے شاید ہی کسی نے پہنچائی ہو۔ اس کا جواب اہلحدیث عالم مولانا حکیم عبدالرحمن خلیق بدوملہی نے بہت خوب لکھا ہے۔

سوال: حافظ صاحب آپ کے بھائی حافظ اسماعیل روپڑی صاحب سنا ہے تلاوت بہت اچھی کیا کرتے تھے اور لوگ دور دور سے ان کا قرآن سننے آیا کرتے تھے؟

جواب: ان کی تلاوت کی مثال اس دور کے کسی قاری سے نہیں دی جا سکتی، وہ سب علماء کی طرح تقریر سے پہلے قرآن پڑھا کرتے تھے لیکن لوگوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ صرف قرآن ہی سناتے جائیں۔ ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا کہ ایک مرتبہ میں حافظ اسماعیلؒ صاحب، مولانا صمصامؒ صاحب اور ایک مولانا عبدالمجید صاحب ہم چار آدمی تھے جس گاؤں میں جلسہ تھا ادھر صرف ایک ہی بندہ اہلحدیث تھا باقی بریلوی تھے جبکہ اکثریت سکھوں کی تھی ہم سوچ رہے تھے کہ ادھر کیسے تبلیغ کی جائے مسلک اہلحدیث کو تو یہاں کوئی اچھی طرح جانتا بھی نہیں ہے۔ ہم نے پلاننگ یہ کی کہ مولانا صمصام صاحب کی تھوڑی سی تقریر شروع میں کرا دی پھر حافظ اسماعیلؒ کو لگا دیا وہ رات سوا دس بجے سے ساڑھے تین بجے تک تقریر بھی کرتے رہے اور ساتھ ساتھ قرآن بھی سناتے رہے، انھوں نے قرآن سے توحید بیان کی۔ دوران تقریر بریلوی تو کیا کوئی سکھ بھی نہیں اٹھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب صبح آٹھ بجے ہم ناشتہ کر رہے تھے تو گاؤں کے چوہدری آ گئے اور کہنے لگے کہ قرآن تو ہم پہلے بھی پڑھتے اور سنتے تھے لیکن رات کو جو قرآن سنا ہے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ انھوں نے کہا کہ ہم نئے نئے مسلمان ہیں ہمیں تو کچھ نہیں پتہ، ہم ناشتہ کر رہے تھے اور خیال تھا کہ ناشتے کے بعد ان سے بات کریں گے۔ مولانا صمصامؒ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ان سے کوئی ایسی بات کی جائے کہ عام فہم ہو۔ اتنے میں ان سے ایک بولا کہ ہم نادان ہیں، مولوی آتے ہیں یہ کہتے ہیں وہ کہتے ہیں اس پر مولانا صمصامؒ نے کہا کہ کیا گھر جا کر بیوی کو بہن کہہ لیا کرتے ہو؟ کہنے لگے نہیں تو پھر نادان کیسے ہو گئے کہنے لگے کہ پتا ہے جی کنویں میں گریں گے تو مر جائیں گے، اچھا کبھی ساگ کے دھوکے میں گائے یا بھینس کا گوبر کھایا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ مولانا بولے پھر تم کیسے نادان ہو، تم تو بہت سمجھدار ہو اس کے بعد انھیں بڑے احسن انداز میں مسلک اہلحدیث سمجھایا یہاں تک کہ ناشتے سے پہلے جو گاؤں غیر اہلحدیث تھا ناشتے کے بعد پورا گاؤں اہلحدیث ہو گیا یہ حافظ اسماعیل روپڑیؒ صاحب کے قرآن پڑھنے کی تاثیر تھی۔

سوال: حافظ صاحب جمہوریت پر کافی بحث مباحثے ہوتے ہیں آپ کا جمہوریت کے بارے میں کیا موقف ہے؟

جواب: دیکھیں اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک تو جماعت کے اندر کا نظام ہے، جماعت میں اگر کوئی جمہوری نظام رائج کرتا ہے تو وہ بڑا مجرم ہے کیونکہ یہاں اختیار حاصل ہے، اماراتی نظام رائج کرنے کا اس لیے لازماً اماراتی نظام ہونا چاہیے۔ ملکی سطح پر کیونکہ ہمیں اختیار حاصل نہیں ہے اس لیے ہم جماعتی حقوق حاصل کرنے کے لیے موجودہ جمہوری نظام سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہیں لیکن یہ سمجھوتہ اس وقت تک ہوگا جب تک اہلحدیث خود ملک میں اماراتی نظام کو رائج کرنے کی پوزیشن میں نہیں آ جاتے۔ شریعت بھی ہمیں موجودہ سیاسی نظام کے ساتھ چلنے کی اجازت دیتی ہے۔ جب مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی تو 85 کے قریب افراد تھے۔

یہ لوگ حبشہ کے قانون کے مطابق وہاں رہے اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرتے رہے۔ اسی طرح صلح حدیبیہ بھی اس موقف پر ٹھوس دلیل ہے اس لیے بحیثیت جماعت ہمیں جمہوریت پر کوئی متشدد موقف نہیں اپنانا چاہیے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کوئی جمہوریت کا حامی ہو یا مخالف بہر حال دونوں ہی اس نظام میں ملوث ہیں اور اسی نظام کے تحت اپنے روز وشب بسر کر رہے ہیں

سوال: علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کے بارے میں کوئی تاثرات دیں گے؟

جواب: بہت اچھے آدمی تھے۔ مسلک کی تبلیغ کے لیے بھی انھوں نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور سیاسی میدان میں بھی جماعت کی کافی خدمت کی

سوال: ضیاء دور میں جو شریعت بل پیش کیا گیا آپ اس کے حامی تھے کیوں؟

جواب: سینٹ میں قاضی عبداللطیف اور قاضی حسین احمد نے شریعت بل پیش کیا تھا وہ صحیح نہیں تھا۔ بعد میں جب اس میں ترمیم کی گئی تو ترامیم کے بعد علماء اس پر متفق ہوئے۔ بعد میں جب ترمیم شدہ بل سینٹ میں پیش کیا گیا اس کی ہم نے حمایت کی جو حضرات اس بل کے مخالف تھے اس کی وجہ سیاسی تھی نہ کہ شرعی۔

سوال: حافظ صاحب بریلویوں سے مناظرے کا کوئی دلچسپ واقعہ؟

جواب: بریلویوں سے میرے بڑی تعداد میں مناظرے ہوئے۔ اصل میں تو یہ کہتا ہوں کہ الم سے لے کر والناس تک پورا قرآن بریلوی مسلک کے خلاف ہے تو ان کے پاس کوئی علمی دلائل نہیں ہوتے۔ ایک دفعہ ضلع جالندھر کے ایک گاؤں میں بریلویوں سے مناظرہ تھا، اکثر مولانا اسماعیلؒ میرے ساتھ ہوتے تھے لیکن اس دن میں اکیلا وہاں گیا تھا۔ وہاں بریلویوں کا مولوی محمد احمد شاہ تھا، مناظرے کی شرائط طے ہونے لگیں تو وہ کہنے لگا کہ شرائط میں ہمیں اہلسنت لکھو۔ میں نے کہا جب تم اہلسنت ہو ہی نہیں تو تمھیں کیسے اہلسنت لکھ دوں تم تو بریلوی ہو۔ کہنے لگا کہ اگر ہم کو بریلوی لکھنا ہے تو تم اپنے آپ کو اہلحدیث نہیں وہابی لکھو، میں نے کہا ہم تو حقیقت میں اہلحدیث ہیں اس لیے اہلحدیث ہی لکھیں گے لیکن وہ وہابی لکھوانے پر بضد رہا اور کہنے لگا اگر وہابی نہیں لکھتے تو وہابی ہونے کا انکار کرو انکار کرنا بھی مناسب نہیں تھا اس پر پھر میں نے یہ کہا چلو نہ تمھاری بات نہ ہماری بات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو منصف مان لو۔ چلو جو انھوں نے تمھیں لکھا ہے وہ تم مان لو۔ حنفیوں کو تو انھوں نے بدعتی لکھا ہے وہ اس سے انکاری ہو گیا۔ میں نے کہا گیارہویں ان کے نام کی کھاتے ہو، پیٹ ان کے نام پر بھرتے ہو مگر ان کا فیصلہ نہیں مانتے بس اسی طرح مناظرہ ہوتا رہا۔

سوال: حافظ صاحب آپ کے مناظروں کی کوئی کتاب زیر تکمیل ہے؟

جواب: جی ہاں ایک جلد مکمل ہو چکی ہے۔ بس نظر ثانی کرنی ہے۔ اصل میں میں بیماری کی وجہ سے وقت نہیں دے پا رہا۔

سوال: صراط مستقیم کے توسط سے اہلحدیث عوام کو کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: بس یہی ہے کہ قرآن وحدیث کے مطابق زندگی بسر کریں۔ مسلک اہلحدیث میں قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی تیسری چیز حجت نہیں اسی کو حجت سمجھیں اور اسی سے تمام مسائل اخذ کریں آئمہ اور علماء کے علم سے فائدہ اٹھائیں لیکن اگر ان کا کوئی قول قرآن وحدیث سے ٹکرا جائے تو اسے ترک کر دیں۔

بقیہ: اداریہ

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اس قسم کی شادی صریحاً زنا ہے اور اسلامی نکاح سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے تو متعہ کی یہ شکل Sunny Misyar _(Traveller,s Marriage) Marriage کے نام سے نیٹ پر کس نے دی ہے اور مفتی اعظم سعودی عرب پر اس کذب وافتراء کا مرتکب کون ہوا ہے؟ تو نیٹ کا پورا صفحہ ڈاؤن لوڈ کریں اوپر عمر بن خطاب اسکے نیچے Misyar Marriage اور ساتھ ہی تراویح ایک بدعت اور پھر Umar Atteks Fatima کے عنوان سے تحریر ہے کہ عمر نے Qunfus کو حکم دیا کہ کوڑا لاؤ اور اس کے ساتھ جناب زہری کو مارا جو لوگ صحابہ کرامؓ اور پھر خلیفہ راشدین پر اتنا بڑا بہتان لگا سکتے ہیں جو تاریخ اسلام میں کسی دشمن اسلام نے بھی نہیں لگایا وہ اگر مفتی اعظم سعودی عرب پر جھوٹ بول دیں گے تو ان کے لیے کونسی بڑی بات ہے۔

صریحاً یہ شیعی کاوش ہے کہ کسی طرح سے سنی العقیدہ مسلمانوں میں بھی شیعہ میں رائج متعہ کو عام کیا جائے۔ جنسی بے رہروی کے شکار مرد و زن اس کو ایک مذہبی سرٹیفکیٹ سمجھ کر قبول کر لیں گے اور پھر رفتہ رفتہ یہ متعہ سنی مسلمانوں میں بھی رواج پا جائے گا۔ علمائے کرام سے گزارش ہے کہ اپنے مواعظ، دروس اور خطبات جمعہ میں صحیح العقیدہ مسلمانوں کو اسلام کے خلاف اس گہری سازش سے آگاہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اُمت مسلمہ کو قرآن وسنت کی اتباع نصیب فرمائے اور فتنوں سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین

سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے چند گوشے

شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی حفظہ اللہ

نام ونسب

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے: عبدالقادر بن میاں رحیم بخش بن میاں روشن دین، دادا میاں روشن دین موضع کیر پور تحصیل انبالہ ضلع امرتسر میں رہتے تھے، در حقیقت کیر پوران کا اصل وطن نہیں تھا ان کے آباؤ اجداد ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ کے باشندے تھے۔

جامع الصفات

مرحوم گوناگوں صفات کے حامل تھے حد درجہ منکسر المزاج، سادہ طبیعت اور فخر وتکبر سے مبرا شہر میں رہائش کے باوجود دیہاتی طرز بود و باش کو پسند کرتے، عام حالات میں تہبند پہنتے، مہمان نوازی اور طلنساری ان کا طرۂ امتیاز تھا، زائرین جامعہ کی ضیافت کرنا وہ اپنا اولین فرض سمجھتے تھے، حتی المقدور ان کی کوشش ہوتی کہ مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول کریں، کھانے پینے کے دوران ان کے ساتھ لطف وکرم کا اظہار کرتے تھے۔ مثلاً دستر خوان سے مختلف اشیاء مہمانوں کی طرف دھکیلتے اور کبھی دوسرے ہاتھ میں روٹی کا لقمہ اور گوشت کی بوٹیاں پکڑا کر شفقت ومحبت کا اظہار کرتے، آپ ہر ایک کی صرف خیریت ہی دریافت نہ کرتے بلکہ جس بستی یا شہر سے مہمانوں کا تعلق ہوتا وہاں کے افراد اور مذہبی رجحانات وغیرہ کے بارے میں تفصیلی رپورٹ طلب کرتے تاکہ ان کی ضروریات کے سلسلہ میں معاونت کی جاسکے۔

طلبہ سے اظہار شفقت

حافظ عبدالقادر روپڑیؒ بحیثیت ناظم جامعہ مشفق باپ کی طرح بلکہ طلبہ کے مسائل، حاجات اور ضروریات کا پوری طرح خیال رکھتے لگن، محنت اور دلچسپی سے انھیں حل کرنے کے لیے کوشاں رہتے اگر کبھی غیر حاضری میں کوئی مسائل جنم لیتے تو ان کا مداوا کرنے کی بھی کوشش کرتے تھے۔

اسباق میں مشارکت

حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کی عادت تھی کہ اکثر وبیشتر اسباق میں طلبہ کے ساتھ کلاس میں بیٹھ جاتے اسی اثناء میں کئی مسائل پر بحث ومباحثہ چل پڑتا جس سے طلبہ کو بہت فائدہ ہوتا اور حضرت محدث روپڑیؒ کی عادت تھی کہ کئی ایک مقامات پر اعتراضات واشکالات وارد کرکے جوابات طلباء سے مانگتے، جواب کی صورت میں کئی دفعہ اشکال در اشکال پیدا کرکے طلباء کی ذہنی تربیت کرتے تاکہ فہم ورسوخ پیدا ہو، طلباء کے مطالعہ کے دوران بھی ان کو اسباق یاد کرانے میں ہر ممکن کوشش کرتے تاکہ استاد کا بیان کردہ کوئی نکتہ فوت نہ ہونے پائے، حفاظ قرآن میں سے جن طلباء نے درس نظامی میں داخلہ لیا ہوتا ان کی باقاعدگی سے منزل سنتے۔ لاہور شہر سے احباب جماعت شوق سے اپنی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو دعوتوں پر بکثرت مدعو کرتے تو آپؒ کی ہمیشہ یہ عادت رہی کہ بلا امتیاز چند طلبہ کو بھی ہمراہ لیتے، صاحب خانہ کو بھی علم ہوتا تھا کہ ایک کی بجائے میں نے متعدد احباب کے کھانے کا بندوبست کرنا ہے جسے وہ اپنے اوپر ہرگز بوجھ تصور نہ کرتے تھے بلکہ بخوشی انتظام کرنا سعادت مندی سمجھتے تھے۔

دو مرزائی اور حافظ روپڑیؒ

جامع مسجد قدس میں آئے دن مناظرے ہوتے ہی رہتے تھے، لاہوری مرزائیوں کا مرکز چونکہ مسجد قدس کے قریب ہے لہٰذا حیلوں بہانوں سے ان کی آمد ورفت رہتی تھی۔ ایک دفعہ مرزائی مبلغ عبداللطیف ایک مناظر کو لے کر آگیا کہ ہم نے حیات مسیحؑ پر مناظرہ کرنا ہے جب مناظرہ شروع ہوا تو مرزائی مناظر نے حیات مسیحؑ پر قرآن پاک کی آیت قد خلت من قبله الرسل آپ ﷺ سے پہلے بھی رسول گزر چکے پیش کی اور کہا کہ الرسل

کا الف لام استغراقی ہے جو سب انبیاءؑ کو شامل کرتا ہے دیگر انبیاءؑ چونکہ موت کے ذریعے دنیا سے منتقل ہوئے لہٰذا اس عموم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں دوبارہ زمین پر ان کی آمد نہیں ہوگی۔ اس کے جواب میں حافظ روپڑیؒ نے فرمایا کہ سورۃ الدھر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه "ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا" یہاں الانسان میں بھی الف لام استغراقی ہے لیکن حضرت عیسیٰؑ اس عمومی ضابطہ سے یہاں مستثنیٰ ہیں جس طرح قد خلت من قبله الرسل میں بھی عیسیٰ مستثنیٰ ہیں، اسی ایک نکتہ پر آپ مناظرہ جیت گئے اور مرزائی مناظر کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے کسی موقع پر ایک مرزائی بڑے فخریہ انداز میں گفتگو کر رہا تھا کہ مجھے احمدی بننے سے قبل نماز میں بہت وسوسے اور خیالات آتے تھے جب سے احمدی مسلک اختیار کیا ہے خیالات آنے بند ہو گئے ہیں۔ اس کے نزدیک یہ بات مرزائی مذہب کی حقانیت کی دلیل ہے، جواباً حافظ روپڑیؒ نے فرمایا کہ دراصل بات یہ ہے کہ جب تو اہل اسلام میں شامل تھا اس وقت تیرے پاس چونکہ ایمان کی قیمتی دولت موجود تھی اس لیے شیطان ڈاکہ ڈالنے کے لیے آتا تھا اور جب اس نے سمجھا کہ یہ بھی میرا ہم نوا بن گیا ہے جو کام میں نے کرنا تھا یہ خود ہی کر رہا ہے تو ڈاکہ ڈالنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔

مداہنت

موصوف شرعی مسائل میں مضبوط موقف کے حامی تھے جس بات کو حق سمجھا ساری زندگی اس کو مضبوطی سے تھاما، معاندین کی مخالفت کی کبھی پرواہ نہیں کی، لچک اور مداہنت کے الفاظ سے وہ نا آشنا تھے اور نہ ہی ایسے لوگوں کو پسند کرتے جو مسائل میں صلح کن موقف کے حامی ہوں اور اس طرح دین کے احکام و مسائل ہی بدل ڈالیں مسئلہ صدارت و امارت روپڑی علماء اور دیگر بہت سارے اہل علم کے مابین وجہ نزاع بنا رہا۔ علمائے روپڑ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اسلامی شرعی تنظیمی نظام نظام امارت ہے جس میں آخری فیصلے اور تنفیذ کا ذمہ دار امیر ہوتا ہے جبکہ مخالفین یہ کہتے تھے کہ امیر کو شوریٰ کے اکثریتی فیصلے کا پابند ہونا چاہیے گویا امیر اور شوریٰ باہم برسر پیکار ہیں اس مسئلے پر طویل و عریض نزاع اور کشمکش کا سلسلہ چلتا رہا۔

ایک دفعہ مولانا محمد علی لکھویؒ کو اس کے لیے ثالث مقرر کیا گیا لیکن نظام کے بجائے صرف نام کی تبدیلی کرنے کی بناء پر نزاع کم ہونے کی بجائے بڑھتا چلا گیا جس کی وجہ سے جماعت میں بہت خلفشار پیدا ہوا۔

1961ء میں فیصل آباد دھوبی گھاٹ کے وسیع میدان میں ملکی سطح پر مرکزی جمعیت اہلحدیث کی سالانہ کانفرنس کا انعقاد ہوا، اس میں اس مسئلہ کے مخالف اور موافق سب علماء جمع تھے کوشش یہ تھی کہ کسی طرح جماعت میں شرعی نظام کی صورت میں اتحاد پیدا ہو جائے، سٹیج پر سب نے اپنے اپنے موقف کا اظہار واضح الفاظ میں کیا آپؒ کے مضبوط موقف کی بناء پر مخالفین لفظ صدارت کی بجائے لفظ امارت کے استعمال پر تو راضی ہو گئے لیکن وہ نظام کو تبدیل کرنے کے لیے تیار نہ تھے، اس بناء پر حافظ عبدالقادر روپڑیؒ نے دوٹوک الفاظ میں اعلان کر دیا کہ جب یہ لوگ اپنا نظام تبدیل نہیں کرتے۔ ہماری ان سے صلح نہیں ہو سکتی، آپ غصے میں سٹیج سے اتر کر گلبرگ سی بلاک کی مسجد میں چلے گئے واپس لانے کی ہر ممکن کوشش ہوئی لیکن آپ واپس نہ آئے اس کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ اس وقت سے لے کر آج تک مرکزی جمعیت اپنے سربراہ کو لفظ امیر سے ہی پکارتی ہے اور دستور میں بھی اس لفظ کو شامل کر لیا گیا ہے لیکن اندرونی نظام وہی ہے جو پہلے تھا۔

سعودی عرب کے بعض مخلص احباب نے اس نظام کی اصلاح کے لیے پاکستانی کبار علماء سے رابطہ کیا تاکہ دستور کی ہیئت ترکیبی کو شرعی بنایا جاسکے، اس کے نتیجے میں مرکزی جمعیت نے ولی کامل حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدیؒ کی سربراہی میں دستور کمیٹی تشکیل دی جو دستور و نظام کو شریعت کے مطابق ڈھالے لیکن اس کی سفارشات کو چنداں اہمیت نہ دی گئی اور یہ کہہ کر بات کو ٹال دیا گیا کہ جو نظام ہمارے بزرگوں نے ہمیں دیا ہے اس کو نہیں چھوڑیں گے اور سعودی عرب کی ایک محسن شخصیت کو مایوس کیا گیا۔

بیرون ممالک کے تبلیغی دورے

حافظ عبدالقادر روپڑیؒ نے برطانیہ، امریکہ، شارجہ اور سعودیہ وغیرہ میں کثرت سے تبلیغی دورے کیے۔ خلیج کی جنگ کے دوران آپؒ کو صدام کی طرف سے عراق کا دورہ کرنے کی خصوصی دعوت دی گئی لیکن آپ نے سعودی حکومت سے اپنی بے پناہ محبت و الفت کی بناء پر عراقی صدر کی

دعوت کو مسترد کر دیا۔

تحریکوں میں شمولیت

برصغیر میں مسلمانوں کی برطانوی حکمرانوں سے نفرت ایک تاریخی حقیقت ہے جس میں تاویل یا انکار کی گنجائش نہیں بالخصوص مسلک سلف کے حامل لوگوں نے برطانوی سامراج کے خلاف تحریک مجاہدین کی صورت میں ایثار وقربانی کا جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کا سنہری باب ہے جس کے چراغ آج بھی روشن ہیں اور ان کے عظیم کارناموں کے اوراق آج بھی عظمت وعزیمت کا نشان ہیں۔ 1935ء میں برطانوی استعمار نے برصغیر کو ایک دستور دیا۔ 1937ء میں اس کے تحت انتخابات میں کانگرس کو سارے ہندوستان میں غلبہ حاصل ہوا۔ 1939ء میں مسلم لیگ نے علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کے لیے قرارداد کی صورت میں مطالبہ پیش کر دیا، یہ وہ دور تھا کہ بطل حریت حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کے جواں جذبات اوج ثریا کی بلندیوں پر تھے۔

آپ نے مسلم لیگ کی سیاسی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا یہاں تک کہ محنت شاقہ اور ممتاز کارکردگی کی بناء پر ان کو روپڑ کی مسلم لیگ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ آپ نے ضلع انبالہ میں بہت کام کیا تقریروں اور تحریروں کے ذریعے عامۃ الناس کو مجوزہ مملکت پاکستان کا ہمنوا بنا دیا، ان کی محنت کا ثمر تھا 1946ء کے الیکشن میں مسلمانوں کے پندرہ ہزار ووٹوں سے صرف ایک ووٹ مسلم لیگ کے خلاف گیا۔ موصوف تحریک آزادی کی سرگرمیوں کی بناء پر قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے چنانچہ 35 رفقاء سمیت ان کو انبالہ جیل میں پابند سلاسل کیا گیا۔ حافظ صاحبؒ کے حکم کے مطابق جیل میں اذانوں کا سلسلہ شروع کیا گیا جبکہ یہ چیز ایک ہندو سپرنٹنڈنٹ جیل کو ناقابل برداشت تھی مگر اسے بھی مفاہمت کے سوا کوئی دوسری راہ نظر نہ آئی، اس مقدمہ میں حافظ روپڑیؒ کو سات سال قید ہوئی تھی مگر بعد میں مسلم لیگ اور حکومت کے مابین صلح ہو جانے کی وجہ سے تمام قیدیوں کو رہائی حاصل ہو گئی

استقلال پاکستان سے چند روز قبل روپڑ کے ہندو ایس ڈی ایم لکشمی چند نے یہ حکم صادر کیا کہ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ جہاں نظر آئے اس کو گولی مار دو، مقصود اس سے مسلم لیگ کو کمزور کرنا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھا۔ تقسیم ملک کے موقع پر روپڑی خاندان کو انتہائی کٹھن حالات سے دوچار ہونا پڑا، سترہ افراد دشمنوں کے ہاتھ شہید ہو گئے، ان کی خاندانی بہت بڑی اسلامی لائبریری کو اسلام دشمنوں نے آگ لگا کر خاکستر کر دیا تھا، جب بھی آپ خاندان کے افراد کی شہادت اور لائبریری کا ذکر کرتے تو آپ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے۔

حصول پاکستان کا جو نصب العین اور حقیقی مقصد تھا اس کو عملاً معاشرے کے تمام اداروں میں نافذ ہوتا دیکھنے کے لیے زندگی بھر ملکی سطح پر جتنی تحریکوں نے جنم لیا خواہ وہ مذہبی ہوں یا سیاسی، آپ ہر ایک کے ہراول دستہ میں نظر آئے بالخصوص 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں پوری سرگرمی سے حصہ لیا دیگر محبان اسلام کے ساتھ مل کر تحریک کو کامیاب بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا، 1974ء میں پاکستان جمہوری پارٹی میں شامل ہوئے۔ 1979ء تک بحیثیت سینئر نائب صدر رہے، مرکزی مجلس ختم نبوت پاکستان کے تاحیات نائب امیر، 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا لاہور، راولپنڈی اور میانوالی کی جیلوں میں ان تحریکوں کے دوران قید کاٹی۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں اور قابلیتوں کا حافظ روپڑیؒ نے صحیح استعمال کیا اور ان کا حق ادا کرنے سے دانستہ کوتاہی نہیں کی۔ جنرل صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں آپ مجلس شوریٰ کے رکن اور صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کے مشیر مقرر ہوئے، وفاقی علماء بورڈ کے رکن، وفاقی شرعی عدالت کے مشیر اور اس کے علاوہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے رکن بھی رہے اور حضرت حافظ صاحب اہلحدیث اتحاد کونسل کے وفات تک سربراہ رہے یہ تمام تر ذمہ داریاں انھوں نے بڑے احسن اسلوب سے نبھائیں۔

وفات

حافظ روپڑیؒ کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد 6 دسمبر 1999ء بروز سوموار کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بروز منگل بعد از نماز ظہر نرسری گراؤنڈ جے بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی گئی، امامت کے فرائض شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے ادا کیے اور آپ کو ہزاروں سوگواران کی موجودگی میں گارڈن ٹاؤن کے قبرستان میں محدث روپڑیؒ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

حافظ عبدالقادر روپڑیؒ ایک مستجاب الدعوات شخصیت

حافظ عبدالوہاب روپڑی حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی اشرف المخلوقات میں بعض ایسے افراد کو پیدا فرمایا کہ جن کی کاوشوں سے شجر اسلام کی آبیاری ہوتی رہی اور وہ خلق خدا کو اپنے مواعظ حسنہ اور اعلیٰ اخلاق کی بدولت اسلام کی طرف مائل کرتے رہے بسا اوقات انھوں نے اس مقصد کے لیے دعا کو بھی بطور ہتھیار استعمال کیا۔ ایسی شخصیات جنھوں نے زندگی کے ہر میدان میں دین اسلام کو بڑی حکمت عملی اور تمام تر خوف وخطرات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے لوگوں کے سامنے احسن انداز میں پیش کیا۔ کتاب وسنت کے ان شیدائیوں کی زندگی بالکل سادہ یعنی تمام قسم کے دنیاوی تکلفات سے کوسوں دور تھی بلکہ ان کے شب وروز لوگوں کو کفر وشرک کی دلدل سے نکال کر اسلام کی طرف راغب کرنے اور فارغ اوقات میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر دعاؤں میں گزرتے تھے۔ تاریخ ایسی نابغہ روزگار شخصیات کی خدمات جلیلہ کا احاطہ کرنے سے عاجز اور انھیں فراموش کرنے سے قاصر ہے۔ ان لوگوں میں ایک ہمارے ممدوح سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑیؒ تھے جنھوں نے دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور سولہ سال کی عمر میں حدیث، تفسیر، فقہ اور تقابل ادیان کے علوم حاصل کر لیے تھے۔ جس دور میں آپ نے آنکھ کھولی وہ دور اسلام کے ساتھ باطل مذاہب کے مناظروں کا دور تھا۔ آپ ہمیشہ باطل مذاہب کے تمام اعتراضات کا مدلل جواب قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بالخصوص اسی مذہب کی کتب سے دینے کی کوشش کرتے تھے، اسی چیز نے ہی انھیں سلطان المناظرین سے ملقب کیا۔

ایک دفعہ آریہ سماج سے اس موضوع ''اسلام سچا ہے یا ہندومت'' پر مناظرہ تھا۔ آریہ سماج کے پنڈت نے بڑی چالاکی کرتے ہوئے سوال کیا کہ اگر اسلام سچا ہے تو قرآن مجید سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اللہ ہندو ہے یا مسلمان؟ تو حافظ صاحب نے برجستہ قرآن مجید سے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 67 تلاوت فرمائی، جس میں موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ فرمایا: اگر اللہ ہندو ہوتا تو کبھی قوم بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم نہ دیتا۔ آپ نے میدان مناظرہ میں فریق مخالف کی سخت بات کا کبھی برا نہیں منایا تھا بلکہ آپ ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس انداز میں گفتگو کرتے کہ سامعین کے دلوں پر اثر کرتی چلی جاتی، موصوف نے اپنے خطابات اور تقاریر کے ذریعے دین اسلام کی بہت خدمت کی اور آپ کی تقاریر سن کر کئی غیر مسلم اسلام کو قبول کر لیا کرتے تھے۔ آپ اپنے خطاب میں قرآن مجید کی تلاوت کثرت کے ساتھ اور اس انداز میں فرماتے کہ سامعین پر رقت طاری ہو جاتی اور ایسے محسوس ہوتا جیسے قرآن مجید ابھی نازل ہو رہا ہے۔

ایک دفعہ حافظ محمد اسحاقؒ ساکن منڈھیالہ تیگہ ضلع گوجرانوالہ نے بیان کیا کہ میری عمر چھ برس کی تھی اور میں قصبہ ملک پور (حال انڈیا) میں قرآن مجید حفظ کر رہا تھا۔ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ مرحوم کو ملک پور کی جامع مسجد میں خطاب کے لیے دعوت دی گئی جو سکھوں کو بہت ناگوار گزری، سکھوں نے آپ کے خطاب کے مقررہ وقت پر مسجد کے سامنے ایک ناچ گانے کی مجلس برپا کرنے کا اہتمام کیا، جس کے لیے ضلع انبالہ کی معروف مغنیہ عورت جس کا تعلق سکھ مذہب سے تھا کو مدعو کیا گیا تھا۔ مسلمان سکھوں کی اس شیطانی چال سے بہت پریشان ہوئے اور حافظ صاحب مرحوم سے یہ خطاب ملتوی کرنے کی درخواست کی تو حافظ صاحب نے یہ کہہ کر ''ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو ہدایت دے دے'' خطاب ملتوی کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جب اس مغنیہ عورت کے کانوں میں قرآن کی آواز پڑی تو اس نے اپنے مذموم فعل کو ترک کر کے حافظ صاحبؒ کے خطاب کو سنا اور فوراً ان کے ہاتھ پر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی۔ یہی دو

لوگ تھے جن کے ہاتھوں ایک نہیں سینکڑوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا انسان جب اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے کسی کام کے کرنے کا عہد کرلے تو اللہ تعالیٰ بھی آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں۔

ضلع اوکاڑہ کے معروف قصبہ حجرہ کلاں میں ایک دینی درسگاہ "جامعہ اسلامیہ" کی سنگ بنیاد رکھی گئی تو اس موقع پر آپ نے دوران خطبہ جمعۃ المبارک لوگوں سے اس دینی درسگاہ کے قیام کے لیے تعاون کی اپیل کی تو گاؤں کے ایک معروف زمیندار (ضابطہ خان) نے درخواست کی کہ حضرت جی اللہ سے میرے لیے نرینہ اولاد کی دعا کریں۔ حافظ صاحب مرحوم نے تھوڑا سا توقف کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے بیٹا عطا کریں گے تو تم اس کا نام شعیب رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحبؒ کی دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اسے نرینہ اولاد سے نوازا تو اس نے اس کا نام شعیب ہی رکھا۔ یہ حقیقت ہے اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار بندہ جب بھی اُس سے دعا کرتا ہے تو وہ اپنے بندے کی دعا کو قبول کر لیتا ہے۔

پاک و ہند میں مذہبی پروگرام عموماً رات کو بعد از نماز عشاء ہوتے ہیں اسی لیے حضرت العلام کا خطاب رات کے آخری حصہ میں ہوتا تھا۔ آپ خطاب کے بعد نماز تہجد میں اللہ سے روتے ہوئے لوگوں کی ہدایت کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ نماز تہجد میں نے 10 سال کی عمر میں شروع کی اور مجھے یاد نہیں کہ شاید ہی کبھی اس سے سستی کی ہو، اس لحاظ سے آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ جیسا کہ چوہدری نور محمد مرحوم ساکن کوٹ لیناواس ننکانہ بیان کرتے تھے کہ میں فتح پور (ضلع روپڑ حال انڈیا) کا نمبردار تھا، ہمارے ہاں پانی کافی گہرا اور نمکین تھا جس کی وجہ سے لوگ بہت پریشان تھے یہاں سکھ اور مسلمان رہائش پذیر تھے۔

ایک دن سکھوں نے مجھے کہا کہ کسی نیک بزرگ سے دعا کروا کر کنواں کھدوایا جائے تاکہ ہماری مشکلات کم ہوسکیں۔ سب سے پہلے سکھ مذہب کے بزرگ آئے، انھوں نے اپنے طریقہ سے دعا کرکے کنواں کھدوایا لیکن ناکامی ہوئی۔ بعد میں یہ معاملہ مسلمانوں کی طرف لوٹا تو میں (چوہدری نور محمد) نے حافظ عبدالقادر روپڑیؒ مرحوم کو دعوت دی۔ انھوں نے گاؤں کے تمام سکھوں اور مسلمانوں کو اکٹھا کرکے اللہ تعالیٰ کے حضور خشوع وخضوع سے دعا کرتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ! اگر اپنے اسلام کا غلبہ چاہتا ہے تو پھر یہاں میٹھا پانی عطا کردے۔" اس کے بعد سکھوں نے 15 ہاتھ تقریباً ساڑھے 22 فٹ پر پانی نکلنے کا مطالبہ کیا جبکہ وہاں پانی خاصا گہرا تھا، الحمدللہ! حافظ صاحب مرحوم کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشتے ہوئے ساڑھے 22 فٹ پر پانی عطا فرما کر اسلام کے سچا مذہب ہونے پر مہر ثبت کردی۔ یہ کنواں آج بھی موجود ہے جو حافظ صاحب مرحوم کے مستجاب الدعوات ہونے کی بین دلیل ہے اور یہی چیز کئی سکھوں کے اسلام قبول کرنے کا باعث بنی۔

حافظ محمد اسحاق مرحوم آف منڈیالہ تیگہ ضلع گوجرانوالہ کی رفاقت حافظ روپڑی مرحوم سے بہت زیادہ تھی۔ وہ غیر مسلم کے ساتھ کئی مناظروں میں حضرت روپڑی صاحبؒ کے ساتھ شریک تھے۔ اس لیے اکثر وہ اپنی نجی محافل ومجالس میں ان کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ 1943 یا 1944ء میں بدوملہی مناظرہ آریہ سماج سے ہوا تو پنڈت نے حضرت روپڑی سے سوال کیا کہ خنزیر کا بھی گوشت ہے اور گائے کا بھی گوشت ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ تم خنزیر کا گوشت نہیں کھاتے اور گائے وغیرہ کا گوشت کھا لیتے ہو تو حضرت روپڑیؒ نے اس کے دو جواب دیے۔ انھوں نے فرمایا: تمھاری وید میں ہے کہ موت کے بعد انسانی جون تبدیل ہو جاتی ہے اور اپنی ماں کی حرمت کو پامال کرنے والا خنزیر کی شکل میں دنیا میں واپس آتا ہے اور نیک وصالح آدمی موت کے بعد گائے کے روپ میں آتا ہے۔ ہر انسان اچھی چیز کھانا پسند کرتا ہے اور بری چیز سے نفرت کرتا ہے اسی لیے ہم بھی خنزیر سے نفرت کرتے اور گائے کا گوشت کھا لیتے ہیں۔ دوسرا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ماں بھی عورت ہے بیوی بھی عورت ہے بیٹی بھی عورت ہے۔ تینوں میں تم بھی فرق کرتے ہو حالانکہ ماں اور بیٹی تجھ پر حرام اور بیوی حلال ہے، اسی طرح خنزیر کا گوشت حرام اور گائے کا گوشت حلال۔ مولانا مرحوم کو اسلام کے ساتھ ساتھ باطل مذاہب کی تعلیمات پر بھی عبور تھا وہ نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے بھی اپنی گفتگو مزین کیا کرتے تھے۔

پروفیسر ابو حمزہ سید مجتبیٰ سعیدی آف سنکیرہ ضلع بھکر لکھتے ہیں: جب میں 1980-1983 میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں زیر تعلیم تھا۔

مناسک حج کی ادائیگی کے بعد ہم لوگ واپس مدینہ منورہ میں آ چکے تھے۔ ایک روز حسب معمول مسجد نبوی کی اولین صفوں میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد میں صحن میں آیا تو لوگوں کا جمگھٹا دکھائی دیا، قریب جا کر دیکھا تو جماعت اہلحدیث پاکستان کے سربراہ سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کا خطاب ہو رہا تھا، میں بھی سامعین میں شامل ہو گیا، حافظ صاحبؒ نے قرآن وسنت کی روشنی میں سیرۃ النبی ﷺ شانِ رسالت اور مسلک اہلحدیث اس انداز سے بیان فرمایا کہ دوران خطاب ان پر رقت طاری رہی خود روتے رہے اور لوگوں پر بھی گریہ طاری رہا۔

حافظ صاحب مرحوم نے اپنے مخصوص انداز میں ایسا وعظ فرمایا کہ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا اور عشاء کی اذان کا وقت ہو گیا۔ سامعین میں پاکستانی اور ہندوستانی حضرات کے علاوہ عربوں کی ایک کثیر تعداد بھی تھی وہ لوگ اگرچہ اچھی طرح اردو نہیں سمجھتے تھے مگر حافظ صاحب کے انداز بیان اور لوگوں کے ہجوم کی بنا پر وہ بھی وہاں بیٹھنے پر مجبور تھے۔ اس طرح وہ لوگ قرآنی آیات، احادیث اور عربی عبارات کے سیاق وسباق سے موضوع خطاب کو سمجھ رہے تھے۔ اس سے بڑھ کر وہ لوگ حافظ صاحب کی سادگی، وسعت علم، زبان کی روانی اور انداز بیان سے از حد متاثر ہو رہے تھے۔ عشاء کی اذان شروع ہونے پر حافظ صاحب نے خطاب روکا تو دور دور تک انسانی سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔

میرے قریب ایک شخص بیٹھا جو بے ساختہ کہنے لگا واللہ ھذا رجل عظیم اللہ کی قسم! یہ شخص بڑا عظیم ہے میں نے پوچھا کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ آپ کو ان کی عظمت کا پتا کیسے چلا؟ اس نے کہا میں اسے نہیں جانتا مگر دیکھو کہ وہ کس قدر روانی کے ساتھ قرآن مجید کی آیات اور احادیث پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کیا آپ کو ان کی تقریر کی سمجھ آئی؟ اس نے کہا: میں اردو زبان نہیں جانتا، تاہم آیات واحادیث کی بنا پر ان کی گفتگو کا موضوع سمجھ چکا ہوں۔ ادھر لوگوں کو تو دیکھو کس قدر توجہ کے ساتھ ان کا خطاب سن رہے تھے۔ یہ تبصرہ تھا اجنبی شخص کا جو اردو نہ جانتے ہوئے اور ہمارے ممدوح سے واقفیت نہ ہونے کے باوجود ان کی مدح سرائی کر رہا تھا یہ تھے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے جنہوں نے پاک وہند، عرب ممالک اور یورپ میں دین اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے، خلق خدا کو راہ راست پر لانے اور خدمت اسلام میں ایسے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جن پر اہل اسلام آج بھی بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام برگزیدہ بندوں کی اسلام کے لیے کی گئی تمام تر کاوشوں کو شرف قبولیت بخشے اور کروٹ کروٹ ان پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔ آمین

بقیہ: درس حدیث

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دوسرے مذاہب کو بھی توحید پر اہل اسلام کے ساتھ اشتراک کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ "اے اہل کتاب تم ایک ایسے کلمے (نکتہ) کی طرف آؤ جو ہمارے (اہل اسلام) اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمارا بعض (مخلوق میں سے) بعض کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے، اگر وہ پھر جائیں تو تم انہیں کہو کہ تم ہمارے مسلمان ہونے کی گواہی دو۔" (آل عمران: 64)

توحید ہی ایسا مرکزی نکتہ ہے جو قوموں کو افتراق وانتشار سے نکال کر نکتہ وحدت پر جمع کرتا ہے اور اس بنا پر رنگ ونسل، زبان اور وطن کے اختلاف کے باوجود انسانوں کے دل جسد واحد کی طرح آپس میں مل جاتے ہیں، وہاں حسب ونسب، رنگ ونسل، وطن، زباں کا رشتہ نہیں ہوتا بلکہ اگر وہاں کسی رشتے اور تعلق کا اعتبار ہوتا ہے تو وہ تعلق اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو صدق دل سے تسلیم کرنے کا ہوتا ہے جس کے سامنے تمام دنیاوی رشتے کوئی قدر وقیمت نہیں رکھتے۔ جن معاشروں میں عقیدہ توحید باہمی تعلق کی بنیاد ہو وہ معاشرے ہمیشہ فتنوں سے پاک اور پرامن ہوتے ہیں کیونکہ توحید کی بنا پر قائم ہونے والا تعلق انہیں اپنے مالک اور خالق کی رضا حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے باہمی برداشت کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ جن معاشروں میں (باہمی) برداشت کا جذبہ ہو وہ معاشرے کبھی افراتفری کا شکار نہیں ہوتے۔

☐☐☐

روپڑی خاندان کے گلِ سرسبد حافظ عبدالقادر روپڑیؒ

عبدالرشید عراقی

برصغیر پاک و ہند کے صوبہ پنجاب میں جن اہلحدیث خاندانوں نے دین اسلام کی نشرواشاعت، قرآن وحدیث کی ترقی، ترویج وتبلیغ اور اس کے ساتھ شرک وبدعت ومحدثات کی تردید وتوبیخ اور ادیان باطلہ کا قلع قمع کرنے میں اپنی زندگیاں گزاریں ان میں روپڑی خاندان نے بہت شہرت پائی۔ اس خاندان کے بانی حضرت العلام شیخ الاسلام مجتہد العصر فقیہ الامت مفتی اہلحدیث حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ (م 1384ھ) تھے۔

حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ اپنے دور کے نامور علماء دین، مؤرخ ومحقق، مبلغ، واعظ اور مقرر، مدرس ومصنف، دانشور وانشاء پرداز، نقاد وادیب مفکر ومدبر، صحافی ومناظر اور علوم اسلامیہ کے بحر زخائر تھے۔ ان کے علم وفضل، تبحر علمی، ذوق مطالعہ اور وسعت معلومات کا اعتراف برصغیر پاک وہند کے جلیل القدر علمائے حدیث نے کیا ہے۔ نامور اہلحدیث عالم مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ (م 1338ء) نے اپنے رسالہ ماہنامہ اشاعۃ السنۃ میں لکھا تھا کہ حافظ عبداللہ روپڑیؒ اپنے علم وفضل کے اعتبار سے حافظ عبداللہ محدث غازی پوریؒ کے ہم پلہ ہیں۔ امام حدیث مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوریؒ شارح جامع ترمذی (م 1383ء) فرماتے ہیں کہ درس وتدریس میں یگانہ روزگار اور صاحب مسند تدریس پورے پنجاب میں اس وقت حافظ عبداللہ روپڑیؒ کا کوئی اور مدرس مقابلہ نہیں کرسکتا اور ان جیسا کوئی اور ذی علم نہیں ملے گا۔

حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ نے 11 ربیع الثانی 1384ھ بمطابق 20 اگست 1964ء کو لاہور میں رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت حافظ عبداللہ روپڑیؒ 1914ء میں علوم عالیہ سے فارغ ہوئے اور اسی سال روپڑ ضلع انبالہ (مشرقی پنجاب) تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ایک دینی درسگاہ بنام دارالحدیث کی بنیاد رکھی۔ 1938ء تک حضرت محدث روپڑیؒ کا وہاں قیام رہا اس کے بعد آپ امرتسر تشریف لے آئے اور مدرسہ کا انتظام اپنے بھتیجے حافظ عبدالقادر روپڑیؒ (1969ء) کے سپرد کردیا۔ 1947ء تک یہ مدرسہ قائم ودائم رہا۔ قیام پاکستان کے بعد اب یہ مدرسہ چوک دالگراں لاہور میں جاری وساری ہے اور دین اسلام اور قرآن وحدیث کی اشاعت وتبلیغ میں مصروف عمل ہے۔

حافظ عبدالقادر روپڑیؒ

پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم لکھتے ہیں کہ موت سے کسی کو مفر نہیں لیکن جو لوگ ملی مقاصد کی تائید وحصول میں تادم آخر کام کرتے رہتے ہیں وہ کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ پائیں ان کی وفات قبل از وقت اور تکلیف دہ محسوس ہوتی ہے۔ (گنجہائے گرانمایہ) حضرت حافظ عبدالقادر روپڑیؒ پر یہ جملہ مکمل طور پر صادق آتا ہے۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی دین اسلام کی نشرواشاعت، کتاب وسنت کی ترقی وترویج، مسلک اہلحدیث کی ترجمانی، شرک وبدعت کی تردید اور ادیان باطلہ کا قلع قمع کرنے میں بسر کردی۔ حافظ صاحبؒ کی ذات خود ایک انجمن تھی وہ ایک اعلیٰ مقام ومرتبہ کی حامل شخصیت تھے۔ ایسی یگانہ روزگار شخصیت کا پانا صدیوں تک محال ومشکل ہوگا، ایسی ہی عظیم المرتبت شخصیتوں کے بارے میں شاعر مشرق نے فرمایا تھا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حافظ عبدالقادر روپڑیؒ 1915ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی جائے ولادت شہر امرتسر ہے۔ علوم دینیہ کی تحصیل حضرت العلام حافظ عبداللہ روپڑیؒ (م 1984ء) سے کی۔ حافظ صاحبؒ علم وفضل کے اعتبار سے جامع الکمالات تھے۔ بہت بڑے مبلغ اسلام، دعوت اسلامی کے داعی، خطیب ومقرر اور واعظ شیریں بیان اور فن مناظرہ میں یگانہ روزگار تھے۔ شیخ الاسلام امام المناظرین مولانا ابوالوفا مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (1948ء) نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ فن مناظرہ میں میرا جانشین حافظ عبدالقادر روپڑیؒ ہے۔ حافظ صاحبؒ کو سلطان المناظرین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کو حدیث نبوی سے بہت زیادہ شغف تھا اور حدیث نبوی کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے، نامور اہلحدیث عالم اور محقق شہیر مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ (م 1987ء) کی زبان سے راقم

نے کئی بار سنا کہ حدیث نبوی سے شغف ومحبت اور مسلک اہلحدیث میں بہت زیادہ متشدد حافظ عبدالقادر روپڑی جیسا کوئی اور اہلحدیث عالم مجھے نظر نہیں آتا۔ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ جامع الکمالات اور بہت بڑے مہمان نواز تھے مہمان نوازی میں راقم نے ان جیسا وسیع القلب عالم نہیں دیکھا۔ حافظ صاحب اپنی وضع کے پابند، اخلاق وشرافت کا مجسمہ اور علم وحلم کا پیکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ اتنے بڑے مبلغ اسلام ہونے کے باوجود مزاج میں رعونت، اکڑفوں، خودستائی اور شیخی نہیں تھی۔ ان میں اخلاص وللّٰہیت، ذہانت وفطانت، قابلیت ولیاقت، امانت ودیانت، محبت والفت، تقویٰ وطہارت، مساوات واخوت، ادب وعقیدت، غیرت وحمیت، عدالت وثقاہت، حوصلہ وہمت، شرافت ونجابت، احترام وعظمت، اخلاق ومروت، وضع داری ورواداری اور خوش مذاقی ان کے کردار کے خاص اوصاف اور نمایاں جوہر تھے۔

حضرت حافظ صاحب بڑے حساس، ذہین وفطین اور شگفتہ مزاج تھے۔ لا دین حضرات کی خشک مزاجی اور عندالملاقات بے رخی برتنا حافظ صاحبؒ کی عادت نہیں تھی۔ نکتہ سنج، بذلہ سنج اور مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے، غیروں اور عزیزوں کے ساتھ ان کی گفتگو اور عام برتاؤ میں شگفتگی اور خوش طبعی نمایاں رہتی تھی۔ اس وصف نے مرحوم کی شخصیت کو باغ وبہار بنا دیا تھا۔ آپ کی پوری زندگی قناعت، وفا وایثار اور قربانی کی جیتی جاگتی تصویر تھی، ان کی وفات سے اہلحدیث جماعت کو جو زخم عظیم لگا ہے اور عظیم خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

مؤرخ اہلحدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ تبلیغ دین کے لیے بے حد شائق بلکہ کہنا چاہیے کہ نہایت حریص تھے جہاں انھیں بلایا جاتا فوراً تیار ہو جاتے، جس طرح حافظ صاحب تبلیغ دین کے شائق تھے اسی طرح ہمیشہ حصول علم کے متمنی رہے، حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ گوناگوں صفات کے مالک تھے۔ حد درجہ منکسر المزاج، سادہ طبیعت اور فخر وتکبر سے مبرا، شہر میں رہائش کے باوجود دیہاتی طرز بود وباش کو پسند کرتے تھے۔ مہمان نوازی اور ملنساری ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ زائرین جامعہ کی ضیافت کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے۔

فن مناظرہ میں ان کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ حافظ صاحب نے اپنی زندگی میں عیسائیوں، آریہ سماج، شیعوں، قادیانیوں، منکرین حدیث، دیوبندیوں اور بریلویوں سے مناظرے کیے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہر مناظرہ میں کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حافظ صاحب پر خاص کرم تھا۔ قیام پاکستان سے قبل روپڑ میں ان کی دینی وعلمی، تبلیغی اور قومی وملی اور سیاسی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد لاہور تشریف لائے اور چوک دالگراں لاہور کی رحمن گلی نمبر 5 میں جامع قدس کے نام سے مسجد تعمیر کی۔ اس کے ساتھ دینی درسگاہ بنام جامعہ اہلحدیث کا دوبارہ اجراء کیا۔ (جامعہ اہلحدیث تقسیم ملک سے قبل روپڑ میں ایک مثالی اہلحدیث مدرسہ تھا) اور یہ مدرسہ اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جاری ہے اور خدمت اسلام میں کوشاں ہے۔ شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی اور حافظ عبدالوہاب روپڑی دونوں بھائی اس مدرسہ کے روح رواں ہیں۔

پاکستان میں جو قومی وملی تحریکات معرض وجود میں آئیں۔ ان تحریکات میں حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کی سعی وکوشش ناقابل فراموش ہے۔ 1953ء کی قادیانی تحریک اور تحریک نظام مصطفیٰ میں ان کی خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ قیام پاکستان سے قبل اور بعد میں کئی بار اسیر زنداں رہے۔ پاکستانی سیاست میں بھی حافظ صاحب کی خدمات نمایاں ہیں۔ 1974ء میں پاکستان جمہوری پارٹی میں شامل ہوئے۔ 1977ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور انھیں نائب صدر بنایا گیا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں رکن مجلس شوریٰ، مشیر وفاقی شرعی عدالت اور رویت ہلال کمیٹی کے رکن رہے۔

حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کا سعودی حکومت سے عقیدہ توحید کی بنیاد پر مثالی تعلق رہا۔ حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ نے جماعت اہلحدیث کے نام سے علیحدہ تنظیم بنائی تھی۔ اُن کی وفات کے بعد حافظ عبدالقادر روپڑیؒ امیر جماعت اہلحدیث منتخب ہوئے۔ حافظ صاحبؒ کے انتقال کے بعد کچھ مدت مولانا محمد حسین شیخوپوریؒ اس جماعت کے امیر رہے لیکن بعد میں مولانا شیخوپوریؒ نے مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان میں شمولیت اختیار کر لی اور امیر کا عہدہ خالی ہو گیا، اب اس جماعت کے امیر حافظ عبدالغفار روپڑی حفظہ اللہ ہیں۔

حافظ عبدالقادر روپڑیؒ نے 6 دسمبر 1999ء لاہور میں انتقال کیا۔ شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور گارڈن ٹاؤن لاہور کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ

WEEKLY
TANZEEM AHL-E-HADITH CPL-104
LAHORE

سلف صالحین کے طریق کار کا علمبردار

جامعہ اہلحدیث لاہور

تعارف: جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور الحمدللہ اپنے تعلیمی معیار اور قابل اساتذہ کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ جس میں 28 قابل اور محنتی اساتذہ کرام تعلیمی فرائض سرانجام دینے پر مامور ہیں۔

قائم کردہ: حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ، خطیب پاکستان حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ، رئیس المناظرین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑیؒ (تاسیس اول: 1914ء شہر روپڑ ضلع انبالہ۔ تجدید تاسیس: 1914ء لاہور)

شعبہ جات: جامعہ ہذا نو شعبوں پر مشتمل ہے: (1) تحفیظ القرآن الکریم (2) شعبہ تجوید قراءت (3) درس نظامی (4) وفاق المدارس السلفیہ (5) دارالافتاء (6) تصنیف وتالیف (7) فن مناظرہ (8) دعوت والارشاد (9) کمپیوٹر لیب (10) طب اور اس کے ساتھ ساتھ ایف اے تک عصری تعلیم کا معقول بندوبست۔

سعودی جامعات میں داخلے کے مواقع: جامعہ اہلحدیث کے طلباء کے لیے سعودی جامعات میں حصول تعلیم کے مواقع

وظائف: ہر ماہ طلباء کے لیے معقول وظائف

سالانہ اخراجات: جامعہ کا سالانہ خرچہ جس میں طلبہ کے قیام وطعام، ادویات، صابون، اساتذہ کرام وملازمین کی تنخواہوں سمیت ایک کروڑ چودہ لاکھ سے تجاوز کر چکا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ احباب کے تعاون سے پورا ہوتا ہے۔

تعمیری منصوبہ: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ احباب کے تعاون سے بیسمنٹ گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور پر تدریسی و رہائشی بلاک، کچن اور ڈائننگ ہال مکمل ہو چکے ہیں جبکہ مزید دو فلور کی اشد ضرورت ہے جس کا تخمینہ تقریباً 80 لاکھ روپے ہے۔

اپیل: یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے جاری ہیں اس لیے مخیر حضرات بڑھ چڑھ کر تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 7-0286-0107066 یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ برانڈرتھ روڈ لاہور، پاکستان

منجانب: حافظ عبدالغفار روپڑی [illegible] 0300-8476230/042-37656730